لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ١٢:٦٥

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلہ

النور

ہجرت ۱۳۸۸ ہش
مئی ۲۰۰۹ء

خلافت نمبر
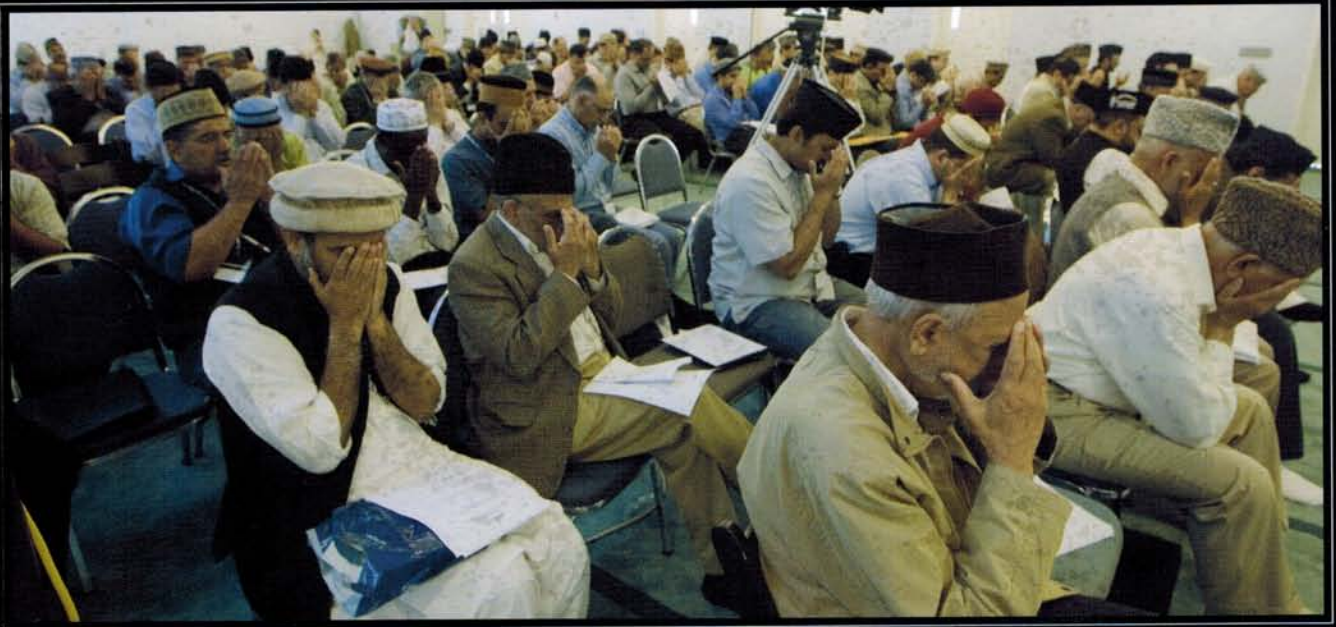
Scenes from 2009 AMC Majlis-e-Shura

AMC Seattle Activities

Waqfe Nau Activities

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ (2:258)

مئی 2009

جماعت احمدیه امریکه کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّه

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰہُ ؕ قُلۡ اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ہَلۡ ہُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖۤ اَوۡ اَرَادَنِیۡ بِرَحۡمَۃٍ ہَلۡ ہُنَّ مُمۡسِکٰتُ رَحۡمَتِہٖ ؕ قُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ ؕ عَلَیۡہِ یَتَوَکَّلُ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ○

(الزمر:39)

اور اگر تُو ان سے پوچھے کہ آسانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ تُو ان سے کہہ دے کہ سوچو تو سہی کہ اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا وہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اس کے (پیدا کردہ) ضرر کو دُور کر سکتے ہیں؟ یا اگر وہ میرے متعلق رحمت کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ تُو کہہ دے کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ اسی پر سب توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 54}

فہرس

قرآن کریم

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَایُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ O

اور صبر کر۔ پس اللہ احسان کرنے والوں کا اجر ہرگز ضائع نہیں کرتا۔

(ھود: 116)

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ :

میں دنیا کی تاریخ میں (جس سے مراد انبیاء علیہم السلام کی پاک تاریخ لیتا ہوں) بہت سے واقعات اس کی تصدیق میں پیش کرسکتا ہوں اور علمی طریق پر بھی خدا کے فضل سے اس کی سچائی ثابت کرنے کو تیار ہوں۔ مگر ان سب باتوں کو چھوڑ کر میں ایک عظیم الشان واقعہ صحابہؓ کی لائف کا دکھانا چاہتا ہوں۔ میں ایک عرصہ تک اس سوال پر غور کرتا رہا کہ کیا وجہ تھی جو انصار کو خلافت نہ ملی۔ بلکہ خلافت کے اوّل وارث مہاجر ہوئے۔ اور مہاجرین میں سے بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حالانکہ انصار میں سب نے بڑی ہمت کی اور انکی اس وقت کی امداد ہی نے ان کو انصار کا پاک خطاب دیا لیکن اس کا کیا سِرّ ہے کہ بادشاہی اور حکومت کا ان کو حصہ نہ ملا۔ اور پہلا خلیفہ قریشی ہوا پھر دوسرا تیسرا چوتھا بھی۔ یہاں تک کہ عباسیوں تک قریشیوں ہی کا سلسلہ چلا جاتا ہے۔ بنوثقیفہ (غالبًا سقیفہ بنی ساعدۃ، واللہ اعلم۔مرتّب) میں کوشش کی گئی کہ ایک خلیفہ انصار میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے مگر یہ تجویز پاس نہیں ہوئی۔ اور کسی نے نہ مانا۔ آخر مجھ پر اس کا سِرّ یہ کھلا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت اِنَّ اللّٰہَ لَایُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ کام کررہی تھی۔

انصار نے کیا چھوڑا تھا۔ جو اِن کو ملتا؟ مہاجرین نے ملک چھوڑا۔ وطن چھوڑا۔ گھربار چھوڑا۔ مال واسباب۔ غرض جو کچھ تھا وہ سب چھوڑا۔ اور سب سے بڑھ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے۔ اس لئے جنہوں نے جو کچھ چھوڑا تھا اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر پایا۔ زیادہ سے زیادہ انکی زمین چند بیگھہ ہوگی جو انہوں نے خدا کیلئے چھوڑی۔ مگر اس کے بدلے میں یہاں خدا نے کتنے بیگھہ دی۔ اسکا حساب بھی کچھ نہیں۔

پس یہ سچی بات ہے کہ جس قدر قربانی خدا کیلئے کرتا ہے اسی قدر فیض انسان اللہ تعالیٰ کے حضور سے پاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کتنی بڑی تھی۔ پھر اس کا پھل دیکھو۔ کس قدر ملا۔ اپنی عمر کے آخری ایّام میں ایک خواب کی بناء پر جس کی تاویل ہوسکتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے خلوص کے اظہار کیلئے جوان بیٹے کو ذبح کرنے کا عزم بالجزم کرلیا۔ پھر خدا نے اس کی نسل کو کسقدر بڑھایا کہ وہ شمار میں بھی نہیں آسکتی۔ اسی نسل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان رسول خاتم النبیین رسول کرکے بھیجا جو کُل انبیاء کے مثیل تھے اور لاکھوں لاکھ بادشاہ ہوئے۔ یہاں تک کہ مسیح موعود جو خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا ہے وہ بھی اسی امت میں پیدا ہوا۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم نے اسے پایا اور اُس کی شناخت کا موقعہ ہم کو دیا گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 378-380)

احادیث مبارکہ

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ رضی اللہ عنہ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يَّرٰى اَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلٰى عَبْدِهٖ۔

(ترمذی کتاب الادب باب ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ)

حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے فضل اور اپنی نعمت کا اثر اپنے بندہ پر دیکھے یعنی خوشحالی کا اظہار اور توفیق کے مطابق اچھا لباس اور عمدہ رہن سہن اللہ تعالیٰ کو پسند ہے بشرطیکہ اس میں تکبر اور اسراف کا پہلو نہ ہو۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُنْظُرُوْا مَنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ، وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ، اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ۔

(بخاری کتاب الرقاق باب ینظرالی من اسفل منه مسلم کتاب الزهد)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کی طرف دیکھو جو تم سے کم درجہ کا ہے کم وسائل والا ہے۔ لیکن اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر اور اچھی حالت میں ہے۔ یہ بھی شکر کا ایک انداز ہے۔

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ: جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ۔

(ترمذی کتاب البر والصلة باب فی ثناء بالمعروف)

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جس پر کوئی احسان کیا گیا ہو وہ احسان کرنے والے کو کہے اللہ تجھے اس کی جزائے خیر اور اس کا بہتر بدلہ دے تو اس نے ثناء کا حق ادا کر دیا یعنی ایک حد تک شکریہ کا فرض پورا کر دیا۔

۔۔۔۔ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔۔۔۔

بچوں اور عورتوں کے بارہ میں بعض نصائح جو حضورؑ نے گھر میں بیان فرمائیں:

ایک روز کسی بیمار بچہ نے کسی سے کہانی کی فرمائش کی تو اس نے جواب دیا کہ ہم تو کہانی سنانا گناہ سمجھتے ہیں۔حضور علیہ السلام نے فرمایا: گناہ نہیں کیونکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی کوئی مذاق کی بات فرمایا کرتے تھے اور بچوں کو بہلانے کیلئے اس کو روا سمجھتے تھے۔جیسا کہ ایک بڑھیا عورت نے آپؐ سے دریافت کیا کہ حضرت کیا میں بھی جنت میں جاؤں گی؟ فرمایا نہیں۔وہ بڑھیا یہ سن کر رونے لگی۔فرمایا۔روتی کیوں ہے؟ بہشت میں جوان داخل ہوں گے بوڑھے نہیں ہوں گے یعنی اس وقت سب جوان ہوں گے۔اسی طرح فرمایا کہ: ایک صحابی کی داڑھ میں درد تھا وہ چھوہارا کھاتا تھا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چھوہارا نہ کھا کیونکہ تیری داڑھ میں درد ہے۔اس نے کہا میں دوسری داڑھ سے کھاتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ ایک بچہ کے ہاتھ سے ایک جانور جس کو حُمیر کہتے ہیں چھوٹ گیا وہ بچہ رونے لگا۔اس بچہ کا نام عُمیر تھا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا عُمَیْرُ مَافَعَلَتْ بِکَ حُمَیْرُکَ؟ اے عمیر حمیر نے کیا کیا؟ لڑکے کو قافیہ پسند آ گیا اس لئے چُپ ہو گیا۔

ایک بچہ کی خبر کہ اس نے کوئی شرارت کی ہے یعنی آگ سے کچھ جلا دیا ہے۔فرمایا: بچوں کو تنبیہہ کر دینا بھی ضروری ہے اگر اس وقت ان کو شرارتوں سے منع نہ کیا جاوے تو بڑے ہو کر انجام اچھا نہیں ہوتا بچپن میں اگر لڑکے کو کچھ تادیب کی جاوے تو وہ اس کو خوب یاد رہتی ہے کیونکہ اس وقت حافظہ قوی ہوتا ہے۔

ایک دن حضور علیہ السلام بیمار تھے ایک شخص کو کچھ چیزیں فواکہ کی قسم سے لانے کیلئے امرتسر بھیجا۔جب وہ آیا تو اس وقت حضرت کی طبیعت زیادہ ناساز تھی اس وقت ایک میوہ کی خواہش ہوئی جو اس شخص سے منگوایا تھا۔لیکن وہ امرتسر سے نہیں لایا تھا۔تھوڑی دیر ہوئی کہ قاضی نظیر حسین صاحب تحصیلدار تشریف لائے اور وہی پھل ساتھ لائے۔آپ نے فرمایا:

ہمارے گھر کے لوگوں کو ان چیزوں کے کھاتے وقت خیال کرنا چاہیئے کہ آج سے چھبیس یا ستائیس برس پہلے خدا تعالیٰ کا وعدہ شائع کیا گیا تھا کہ یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَیَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ان سب لوگوں کے آنے سے پہلے خدا تعالیٰ نے اُن کے آنے کی خبر بھی دی۔اور یہ بھی اطلاع دی تھی کہ اُن کے کھانے کے سامان بھی دُور دُور سے تیرے پاس لاؤں گا۔ان باتوں کو دیکھ کر کتنا بھروسہ کرنا چاہیئے کہ خود بخود بغیر ہماری کوششوں کے ہر قسم کے سامان مہیا کرتا ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحات 9-10)

۔۔۔۔کلام امام الزمان۔۔۔۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مجھ کو بس ہے وہ خدا عُہدوں کی کچھ پروا نہیں
ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکمِ کردگار

افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے
پھر لعیں وہ بھی ہے جو صادق سے رکھتا ہے نقار

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جُوئے شیریں حَیف ہے
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

ان نشانوں کو ذرا سوچو کہ کس کے کام ہیں
کیا ضرورت ہے کہ دکھلاؤ غضب دیوانہ وار

مُفت میں ملزم خدا کے مت بنو اے منکرو
یہ خدا کا ہے نہ ہے یہ مفتری کا کاروبار

یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکّاروں کا کار

ایسی سُرعت سے یہ شہرت ناگہاں سالوں کے بعد
کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدقِ قولِ کردگار

کچھ تو سوچو ہوش کر کے کیا یہ معمولی ہے بات
جس کا چرچا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار

مِٹ گئے حیلے تمہارے ہوگئی حُجّت تمام
اب کہو کس پر ہوئی اے منکرو لعنت کی مار

بندۂ درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے
کچھ نہیں ہے فتح سے مطلب نہ دل میں خوفِ ہار

مَت کرو بک بک بہت اس کی دلوں پر ہے نظر
دیکھتا ہے پاکیٔ دل کو نہ باتوں کی سنوار

کیسے پتھر پڑ گئے ہَے ہَے تمہاری عقل پر
دیں ہے مُنہ میں گرگ کے تم گرگ کے خود پاسدار

ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمدؐ پر تبر
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور اُن کے وہ وار

خطبہ جمعہ

جولوگ خلیفہء وقت کے فیصلوں کی تعمیل میں لگ جائیں دُنیا کی بہتر سے بہتر جزاء اور اُخروی زندگی میں اعلیٰ سے اعلیٰ ثواب اُنہیں ملے گا

- جو اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے پیار اور محبت کا سلوک کرتا ہے
- مومنوں کا فرض ہے کہ وہ بھی صرف اللہ پر توکل کرنے والے ہوں
- جو علم خلیفہء وقت کو حاصل ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے،وہ دوسروں کو حاصل نہیں ہوسکتا
- مشورہ جن سے کرنا ہے وہ خلیفہ کو اختیار دیا گیا ہے اور جن معاملات میں کرنا ہے وہ بھی خلیفہء وقت نے کرنا ہے
- عزم کرنا اورفیصلہ پر پہنچنا یہ بھی خلیفہء وقت کا کام ہے،جماعت کا کام نہیں، مجلسِ شوریٰ کا کام نہیں

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرمودہ مورخہ 5 /اپریل 1968

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۭ
اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ ۭ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ○

يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ
(آل عمران:155)

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْلَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ○ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○
(آل عمران:161,160)

قبل اس کے کہ میں آج کے خطبہ کا مضمون شروع کروں میں ربوہ کے مکینوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ سال کی طرح امسال بھی بڑے ماہر ڈاکٹر کراچی سے آئے ہوئے ہیں اور وہ مختلف ٹیسٹ وغیرہ کر کے صحت کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں اور بڑا ہی اچھا مشورہ بھی جنہیں ضرورت ہومشورہ کی، طبی لحاظ سے وہ دیتے ہیں لیکن مجھے رپورٹ ملی ہے کہ اہل ربوہ اس طرف متوجہ نہیں ہورہے یہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی صحت کو دیکھنے کا اگر کوئی کہیں خرابی ہوتو اس کی تشخیص اور بعد میں اس کے فضل سے اس کے علاج کا سامان مہیا فرمایا ہے۔قریباً تیرہ سو ربوہ کے مکین ایسے ہیں جنہیں اس سال اپنی صحت کی چیکنگ کرانی چاہیئے یہ ان کے علاوہ ہیں جو گزشتہ سال ان ڈاکٹروں کے سامنے پیش ہوئے تھے تو زیادہ سے زیادہ

دوست اس طرف متوجہ ہوں اور پورا پورا تعاون ان ڈاکٹروں سے کریں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران میں ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو یا تو منافق ہیں یا ایمان کے کمزور ہیں (ایمان کی ہر کمزوری نفاق پر دلالت نہیں کرتی) تو وہ لوگ یا جو پورے منافق ہوں یا جن کے ایمان پر پختگی نہ ہو بلکہ ایمان کی کمزوری ان میں پائی جاتی ہو۔ ان کے متعلق آل عمران کی 155 آیت میں یہ فرمایا ہے۔ ان کا قول نقل کرتے ہوئے کہ وہ کہتے ہیں کہ کیا اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو اہم امور فیصلہ ہوتے ہیں یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی عزم کرتے ہیں کہ ایسا ہونا چاہیئے اس سلسلہ میں ہمارا بھی کوئی دخل ہے؟ اور وہ یہ اعتراض کے طور پر اور طعنہ کرتے ہوئے ایسا منہ سے نکالتے ہیں کہ ہم سے مشورہ کے وقت مشورہ نہیں لیا جاتا اور جو مشورہ ہم دیں چاہے ہم نہایت ہی اقلیت میں ہوں وہ سنا نہیں جاتا تو اس صورت میں ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں آنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ۔ کہ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے

الْاَمْرُ

اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کے اختیار میں اور اس کے تصرف میں ہے۔ اس واسطے تمہارا جواب تو یہ ہے۔

هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ

کہ کیا ہمارا بھی ان معاملات میں کوئی دخل ہے؟ فرمایا نہیں!!! تمہارا کوئی دخل نہیں!! سب کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں اور اس نے آسمانوں پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسلام کو اس کے دو دَوروں میں دنیا پر غالب کرے گا۔ اس کا فیصلہ بہر حال پورا ہوگا وہ جو چاہے گا جس رنگ میں چاہے گا کرے گا۔ کسی کا کوئی حق اس سلسلہ میں تسلیم نہیں کیا جاسکتا نہ کسی کا کوئی حق ہے کیونکہ اللہ کے خلاف کوئی شخص اپنا حق پیش نہیں کرسکتا جس نے پیدا کیا جس کے احسانوں کے نیچے انسان اس قدر دبا ہوا ہے کہ اس کے ایک ایک دن کے احسانوں کا ساری عمر میں شکر ادا نہیں کرسکتا اس کے مقابلہ میں کھڑا ہو کے یہ حق جتائے اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ۔ لیکن اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ چونکہ ہے اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مومنوں کا بڑا خیال رکھنے والا ان کے احساسات کا بھی اور ان کی تربیت کا بھی۔ اس لئے اے نبی! ہم تجھے حکم دیتے ہیں کہ فَاعْفُ عَنْھُمْ تربیتی کمزوری کے نتیجہ میں ان سے جو غلطیاں سرزد ہو جائیں ان سے درگزر کرو اور وَاسْتَغْفِرْ لَھُمْ اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بشری کمزوریوں کو دُور کرے اور روحانی طاقت انہیں عطا کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بہترین انعاموں کے وارث ہوں۔

وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ اور ان کے دلوں پر بشاشت پیدا کرنے کیلئے اور دنیا میں ان کی عزت کو قائم کرنے کیلئے الْاَمْرِ میں ان سے مشورہ کیا کرو۔ کام سب خدا نے کرنے تھے۔ فیصلے سب اللہ تعالیٰ کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے۔ لیکن چونکہ مخلصین ان مشوروں میں شامل ہوتے تھے۔ آج بھی ہم بڑی عزت سے ان کا نام لیتے اور بڑی عزت سے ان کی یاد اپنے دلوں میں رکھتے ہیں تو فرمایا شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ۔ اسلام کے اہم امور کے متعلق ان میں سے جن سے چاہو جن امور کے متعلق چاہو مشورہ کرلیا کرو۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ سب مشورے سننے کے بعد جب کسی نتیجہ پر پہنچو اور پختہ ارادہ کرو کہ یوں ہونا چاہیئے اور یوں نہیں ہونا چاہیئے تو اس وقت کثرت کی طرف نظر نہ کرو۔ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھو کہ حقیقتاً وہی کارساز ہے کیونکہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ہی توکل رکھنے والے ہوگے تو تمہیں بشارت دی جاتی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے پیار اور محبت کا سلوک کرتا ہے اور مسلمانوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ

اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ

(آل عمران:160)

اگر اللہ تعالیٰ کسی کی مدد اور نصرت کرتا ہے اور اسے کامیاب کرنا چاہے تو کوئی طاقت دنیا کی ایسے گروہ اور جماعت کو اور امت کو مغلوب نہیں کرسکتی نہ قانون کرسکتا ہے لیکن اگر اللہ مدد چھوڑ دے فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِنْ بَعْدِہٖ

تو کس کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے تم کوئی کام کروگے اور کامیابی کی امید رکھو گے؟ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ یعنی جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محض اللہ پر توکل رکھنے والے ہیں اسی طرح آپ کی سنت کی اور آپ کے اسوہ کی اتباع کرتے ہوئے مومنوں کا یہ فرض ہے کہ وہ بھی صرف اللہ، صرف اللہ پر توکل کرنے والے ہوں۔

شوریٰ کے متعلق یہاں جو تعلیم دی گئی ہے اس کے بعض حصوں کی میں وضاحت اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ بہت سارے نئے دوست شوریٰ کے نمائندے بن کے آتے ہیں اور بہت سے پرانے بھی بعض ضروری باتوں کو بھول جاتے ہیں ایسی باتیں ان کے سامنے رکھ کے یاددہانی کرواتے رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں شَاوِرْ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے ارشاد فرمایا ہے کہ ان سے مشورہ لیا کرو۔ مشورہ لینے کا حق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے یا آپ کی نیابت میں آپ کے خلفاء کو اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 1930 کی شوریٰ میں یہ فرمایا تھا:

’’مشورہ لینے کا حق اسلام نے نبی کو اور اس کی نیابت میں خلیفہ کو دیا ہے مگر کوئی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ نبی یا خلیفہ کے سامنے تجاویز پیش کرنے کا حق دوسروں کیلئے رکھا گیا ہے۔‘‘

اسی طرح آپ نے فرمایا:

’’مجلس شوریٰ اپنی ذات میں کوئی حق نہیں رکھتی۔ وہ میرے بلانے پر آتی اور آکر مشورہ دیتی ہے اور ہمیشہ خلیفہ کے بلانے پر آئے گی، اسے مشورہ دے گی وہ اپنی ذات میں کوئی حق نہیں رکھتی کہ مشورہ دے۔‘‘

تو شَاوِرْ کے اوّل مخاطب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے خلفاء اس کے مخاطب ہیں تو مشورہ لینے کا حق نبی کو اور نیابت کے طور پر خلیفہ کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے پچھلے سال غالباً مجلس شوریٰ میں مَیں نے ایک اور زاویہ نگاہ سے بھی اس پر روشنی ڈالی تھی اور وہ یہ کہ اگر یہ سمجھا جائے کہ جماعت کا حق ہے خلیفہ وقت کا حق نہیں تو جس کا حق ہے اس کا یہ بھی حق ہوتا ہے کہ وہ اپنا حق چھوڑ دے اگر کسی سے زید نے ایک سو روپیہ لینا ہو تو اسے یہ حق خدا نے بھی اور رسول نے بھی، اخلاق نے بھی، شریعت نے بھی اور ملک کے قانون نے بھی دیا ہے کہ وہ کہے کہ میں اپنا یہ سو روپیہ وصول نہیں کرتا اگر جماعت گویا اس کے بعض گروہوں کو یا افراد جماعت کو بحیثیت افراد کے یہ حق دیا جاتا اور یہ ان کا حق تسلیم کیا جائے تو کہہ سکتے ہیں وہ ہمارا حق ہے ہم اسے استعمال نہیں کرتے ہم خلیفہ وقت کو کوئی مشورہ نہیں دیں گے لیکن اس کے برعکس اگر مشورہ لینے کا حق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی نیابت میں آپ کے خلفاء کا ہے تو پھر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب مجھ سے مشورہ مانگا جائے مشورہ کیلئے مجھے بلایا جائے میری مرضی ہے جاؤں مشورہ دوں یا نہ دوں اس لئے کہ یہ حق خلیفہ وقت کا ہے اور جماعت پر یہ حق ہے خلیفہ وقت کا کہ جب جن لوگوں کو جن امور کے متعلق وہ مشورہ کیلئے بلائے وہ اس کے کہنے اور ہدایت کے مطابق اس کے سامنے اپنے مشورہ کو رکھیں۔

شَاوِرْهُمْ ان سے سوال پیدا ہوتا ہے کن سے؟؟؟ تو اس میں بھی هُمْ کے فیصلہ کرنے کا حق خلیفہ وقت کو نبی اکرم کی نیابت میں ہے۔ اور کن سے مشورہ کرنا ہے اور جن سے مشورہ کرنا ہے اگر ان کا انتخاب ہونا ہو تو کس طریق سے ان کا انتخاب ہوگا یہ فیصلہ بھی خلیفہ وقت نے ہی کرنا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کے اسوہ میں بھی ہمیں یہی نظر آتا ہے بعض مواقع پر جب مسلمان تھوڑے تھے اور قریباً بہت بھاری اکثریت مدینہ میں بھی رہتی تھی تو اس وقت مسلمانوں کا سوادِ اعظم مدینہ میں رہائش پذیر تھا اس وقت چند سَو جو تھے وہی سوادِ اعظم بن جاتا تھا تو آپ سب کو اکٹھا کر لیتے تھے اور ایک چھوٹی بے تکلف برادری تھی اس میں وہ اکٹھے ہوتے اور آپ کو مشورہ دیتے تھے جو آپ فیصلہ کرتے خدا کیلئے اپنا سب کچھ قربان کرکے آپ کے فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے اور بعض دفعہ آپ نے صرف چند آدمیوں کو بلا کے بھی مشورہ لیا ہے اور بعض دفعہ دوسروں کو صرف یہ پتہ لگا بعض قرائن سے کہ فلاں فلاں شخص مسجد میں مشورہ کیلئے روک لئے گئے۔ نہ خود آپ نے اعلان کیا کہ میں نے مشورہ کرنا ہے ایک موقع پر صرف

دو آدمیوں کو کہا عشاء کے بعد کہ تم ٹھہرے رہو میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں کیا بات تھی؟ اس کا ہمیں آج تک نہیں پتہ تو مشورہ کا یہ طریق بھی ہوتا ہے۔ تو ھُم' کا یہ فیصلہ کرنا ہاں جب مسلمان سارے عرب میں پھیل گئے تو اس کے بعد سوادِ اعظم سے مشورہ کرنے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ ساری دنیا میں پھیل گئے۔ آج بھی خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ دنیا کے کونے کونے میں پائی جاتی ہے اور مشورہ کیلئے جماعت احمدیہ کی تمام جماعتوں کو مرکز میں جمع کرنا قریباً ناممکن ہے اس لئے سب کو اکٹھا کر کے تو مشورہ نہیں لیا جا سکتا پھر کن سے مشورہ لیا جائے اور ان کا انتخاب کس رنگ میں ہو؟ یہ کام بھی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ظاہر ہوتا ہے خلیفہ وقت کا ہے چنانچہ یہ جو آلِ عمران ہی کی آیت کا ایک حصہ جو پہلے میں نے پڑھا تھا یَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ تو بعض ایسے لوگ جن کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے تھے کہ ان میں نفاق پایا جاتا ہے یا یہ دل کے مریض ہیں روحانی طور پر اور معاملہ ایسا ہے کہ ان لوگوں کے سامنے رکھا نہیں جانا چاہیئے تو ان لوگوں کے سامنے وہ معاملہ نہیں رکھتے اور ان کا مشورہ بھی نہیں لیتے تھے۔ گو اگر اس قسم کے امور نہ ہوں تو پھر کھلم کھلا جو منافق ہوں بعض دفعہ ان سے بھی مشورہ لے لیا جاتا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہوتا کیونکہ فیصلہ تو بہر حال نبی نے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں خلیفہ نے ہی کرنا ہے تو ھُم جو کہا گیا ہے اس کا فیصلہ خلیفہ وقت نے کرنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی یہی ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی یہی ہے بعض لوگوں کو روکا جا سکتا ہے اور ان کی نمائندگی کو ردّ کیا جا سکتا ہے۔ آپ شوریٰ کی ایک تقریر میں فرماتے ہیں۔

''جو لوگ لڑاکے اور فسادی ہوں، نمازوں کی پابندی کرنے والے نہ ہوں، جھوٹ بولنے والے ہوں، معاملات میں اچھے نہ ہوں، بلاوجہ ناجائز افتراء اور اعتراض کرنے والے ہوں یا منافق یا کمزور ایمان والے ہوں ان کو بطور نمائندہ انتخاب کرنا جماعت کی جڑ پر تبر رکھنا ہے۔ ہمارے لئے وہی لوگ مبارک ہیں جن کے اندر دین اور تقویٰ ہے خواہ وہ اچھی طرح بول بھی نہ سکتے ہوں۔''

تو بعض دفعہ مقامی جماعت کو علم ہی نہیں ہوتا کہ یہ شخص کس قسم کا ہے اور بڑی دیانتداری کے ساتھ عدم علم کی وجہ سے ایک ایسے شخص کو جو منافق ہوتا ہے حقیقتاً اپنا کوئی عہدیدار منتخب کر لیتے ہیں پریذیڈنٹ یا امیر بنا دیتے ہیں، یا مجلس شوریٰ کا نمائندہ بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں لیکن چونکہ یہ مشورے ہیں خلیفہ وقت کو جس کو کہنے والوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں (کہنے والے نے اتباع نہیں کی بلکہ خلیفہ وقت کا چونکہ وہ نیابت کا مقام ہوتا ہے) جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دیا تھا کہ ھُوَ اُذُنٌ۔ تو خلیفہ وقت کو بھی بعض لوگ کہتے رہتے ہیں کہ ھُوَ اُذُنٌ۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ ہے تو یہ کان' آئیں گی اس کے پاس خبریں۔ ہر مخلص مومن جب سمجھے گا کہ کوئی ضروری بات نبی کو یا اس کی نیابت میں جو خلیفہ ہو خلیفہ وقت کو پہنچانی چاہیئے وہ اس کو ضرور پہنچائے گا لیکن خلیفہ وقت ان تمام باتوں کو سننے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچے گا جو فیصلہ کرے گا وہ تمہاری بھلائی کا ہوگا۔ تو جو علم اس قسم کے افراد کے متعلق خلیفہ وقت کو ہوتا ہے وہ بعض دفعہ مقامی جماعت کو بھی نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ ایک جماعت نے بہت بھاری اکثریت میں ایک شخص کو اپنا امیر منتخب کر کے یہاں بھیج دیا جب حضرت صاحب کی خدمت میں اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ یہ مشورہ یہ انتخاب جماعت کا نامنظور ہے کیونکہ یہ شخص جو ہے اس کے اندر ایمانی کمزوری پائی جاتی ہے اس قابل نہیں کہ اس کو امیر بنایا جائے۔ چند ماہ کے بعد ہی وہ شخص بہائی بن گیا اور جماعت کو پتہ ہی نہیں تھا کہ اس کے اندر کون سا کیڑا لگ چکا ہے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ تھا تو جو علم خلیفہ وقت کو حاصل ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے وہ دوسروں کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ بعض دفعہ پوری جماعت کو بھی نہیں ہوتا خلیفہ وقت کہتا ہے کہ میں اس کے امیر بنائے جانے کی منظوری نہیں دیتا یا میں اسے مجلس مشاورت کا نمائندہ بننے کی اجازت نہیں دیتا۔ کئی لوگ ہوتے ہیں ان کو ویسے بھی شوق ہوتا ہے آگے بڑھنے کا اور اپنے شوق میں وہ بہت ہی معیوب اور نامناسب حرکتیں بھی کر لیتے ہیں اگر مجلس ہے یا ویسے ہی نام آ جاتا ہے امیر

بھی چیک کرنا پڑتا ہے کہ جس شخص نے یہ لکھا کہ مجھے فلاں جماعت کی مجلس مشاورت کا نمائندہ بنایا ہے اس کے متعلق یہ تسلی کرنی پڑتی ہے کہ وہاں کی جماعت کا اجلاس بھی ہوا؟ اور وہاں یہ معاملہ ان کے سامنے رکھا بھی گیا یا نہیں اور ایک آدھ آدمی ایسا نکل آتا ہے کہ جو اپنے جوش میں یہ سمجھتا ہے کہ جب میں نے ارادہ کرلیا شوریٰ میں جانے کا تو جماعت میرے ساتھ ہی ہے تو قواعد کی پرواہ نہیں کرتا اور خود ہی نمائندہ بن کے آجاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق پوری تسلی کی جاتی ہے لیکن بہرحال انسان غلطی بھی کرتا ہے لیکن جب پتہ لگ جائے تو نمائندگی سے ہٹا دیا جاتا ہے نمائندگی منظور نہیں کی جاتی توھُمْ کا فیصلہ کرنا یہ بھی خلیفہ وقت کا کام ہے جماعت کا یا بعض لوگوں کا جو اپنے آپ کو چوہدری سمجھتے ہیں، پھنے خاں بنتے ہیں ان کا یہ کام نہیں۔

فِی الْاَمْرِ مشورہ جن سے کرنا ہے وہ بھی خلیفہ وقت کو اختیار دیا گیا ہے اور جن معاملات میں کرنا ہے وہ بھی خلیفہ وقت نے کرنا ہے کہ الامــــر سے کیا مراد ہے اور وہ جو پہلے میں نے آیت پڑھی تھی اس کے اس ٹکڑہ سے یہ بھی استدلال ہوتا ہے وہاں دراصل دو استدلال ہوتے ہیں ایک یہ کہ ہم سے مشورہ نہیں لیا جاتا ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ کہ جن امور کے متعلق مشورہ لیتا ہے۔ نبی یا خلیفہ وقت اس کی نیابت میں اس کا فیصلہ ہم سے پوچھ کر نہیں کیا جاتا بلکہ خود کردیا جاتا ہے کہ اَلْاَمْــرِ کیا ہے؟ اس کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”میں نے تجاویز پیش کرنے کا جو طریق رکھا تھا وہ اس خیال سے رکھا تھا کہ تجاویز میرے پاس آئیں گی اور میں ان میں سے اہم' جو مفید سمجھوں گا لے لوں گا مگر اب یہ صورت ہوگئی ہے کہ جس کی تجویز نہ لی جائے وہ سمجھتا ہے کہ اس کا حق مارا گیا“

(رپورٹ مجلس شوریٰ 1930)

تو جن اہم امور کے متعلق مشورہ دینا ہے یہ امور ایسے ہونے چاہئیں جن کا تعلق نصوص قرآنیہ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشاد ہیں ان کا ان سے تعلق نہ ہو وہ تو ایک قانون ہے جس کو دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی اس میں انسان کی بہتری ہے اس رنگ کی جمہوریت جو آج کل مقبول ہو رہی ہے وہ نہ یہ کہ اسلام میں نہیں بلکہ اسلام اسے ناپسند کرتا ہے اور اسلام نے مسلمان کی آزادی قرآن کریم کی شریعت کے احاطہ کو اندر رکھتی ہے اس سے باہر نہیں آج کی جمہوریت کا تو یہ حال ہے کہ انگلستان کی جمہوریت نے عوام کے نمائندوں نے یہ قانون پاس کردیا ہے کہ بداخلاقی جائز ہے اس قسم کی جمہوریت اسلام کیسے پسند کرسکتا ہے؟ اور اگر آج کی جمہوریت کے مطابق اسلام مسلمانوں کو آزادی دیتا تو کسی وقت میں اپنے تنزل کے زمانہ میں مسلمان بھی اس قسم کی باتیں کرلیتے۔ اگر اس قسم کی جمہوریت مسلمانوں میں ہوتی تو اکثریت نے تو کہہ دیا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہ زکوٰۃ لینے میں کچھ ڈھیل کردی جائے گی مگر خدا کے اس پیارے بندے نے یہ کہا تھا کہ میں تمہارا نائب نہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور خلیفہ ہوں اور آپ کی نیابت میں جو میرے حقوق ہیں وہ حقوق تم سے منواؤں گا اور دین کے معاملہ میں تمہارے کسی مشورہ کو سننے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ کل (تو نہیں مجھے کہنا چاہئے لیکن گزشتہ کل جو گزر چکی تھی) جب اسلام 18 ویں صدی میں اپنے تنزل کی انتہائی گہرائیوں میں پڑا ہوا تھا اس وقت جب شاید ننانوے فی صدی یا اس سے بھی زائد مسلمان تارک الصلوٰۃ تھے۔ اگر رائے عامہ کی جاتی تو بھاری اکثریت یہ کہتی کہ زمانہ بدل گیا اب اس قسم کی نمازیں پڑھنے کی ضرورت نہیں چلو نمازیں معاف تو اس قسم کی جمہوریت جو ہے اسلام اس کا قائل نہیں اور جب تک خلفاء نبی کے بعد اس کی نیابت میں اسلام کے کاموں کے ذمہ دار ٹھہرائے جاتے ہیں وہ ان باتوں کے متعلق کسی سے بھی مشورہ نہیں کرتے ہاں جب کوئی الجھن پیدا ہو جائے تو وہ اپنے ربّ کے حضور جھکتے اور اس سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور وہ ہمارا پیارا ربّ ایسے اوقات میں راہنمائی کرتا ہے اور ہدایت کے رستوں کی نشاندہی کرتا ہے توفِی الْاَمْرِ کا فیصلہ کرنا کہ وہ کون سے اہم امور ہیں کہ جن کے متعلق مشورہ لینا ہے یہ بھی خلیفہ وقت کا کام ہے۔ اس واسطے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم جو کہتے ہیں ان امور پر مشاورت میں بات ہونی چاہیئے۔ مشاورت کے سامنے وہی امر جائے گا جس کی اجازت خلیفہ وقت دے گا اور جس کے متعلق وہ سمجھے گا کہ مجھے جماعت کے اہل الرائے احباب سے مشورہ لینا چاہیئے۔

پھر فرمایا فَـاِذَا عَـزَمْتَ عزم کرنا اور فیصلے پر پہنچنا یہ بھی خلیفہ وقت کا کام ہے جماعت کا کام نہیں، مجلس شوریٰ کا کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تو عزم کرلے فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ پھر مسلمانوں کا خیال بھی تو رکھنا ہے ان سے نرمی اور پیار کا سلوک بھی کرنا ہے اور ان کی تربیت بھی کرنی ہے لیکن یہ نہیں

دیکھنا کہ ننانوے فی صدی مشورہ دینے والوں کی اکثریت اس میرے فیصلے کے خلاف ہے کبھی کہیں کوئی خرابی پیدا نہ ہو جائے جب دیانتداری سے تم کسی فیصلہ پر پہنچو تو خدا کے سوا کسی اور پر نگاہ نہیں رکھنی فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ کیونکہ اسی میں کامیابی کا راز ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مجلس شوریٰ کوئی فیصلہ نہیں کرتی مجلس شوریٰ خلیفہ وقت کے مطالبہ پر اپنا مشورہ پیش کرتی ہے پس مجلس مشاورت شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کہ تو لوگوں سے مشورہ لے خلیفہ وقت لوگوں سے مشورہ مانگتا ہے اس پر لوگ مشورہ دیتے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خلیفہ وقت فیصلہ کرتا ہے کہ کون سی بات ہونی چاہیئے اور کون سی نہیں۔''

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم کسی نتیجہ پر پہنچ جاؤ تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اور پختہ یقین پر قائم ہوتے اور رہتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے وہی ہماری مدد کرے تو ہم کامیاب ہو سکتے ہیں اگر وہ ہمارا ساتھ چھوڑ دے تو ہم ناکامی کا منہ دیکھیں گے خدا پر توکل رکھتے ہوئے اپنے فیصلہ کو جاری کر دو اور فَإِذَا عَزَمْتَ کے اوقات میں جب خلیفہ وقت اپنے فیصلے کا اعلان کرے مسلمانوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا۔ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (سورۃ محمد:22) کہ جب کسی کام کے کرنے کے متعلق خلیفہ (یہاں عزم جو کہا گیا ہے وہ دوسری جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوائے خلیفہ کے کسی نے عزم نہیں کرنا نبی کے بعد جب خلیفہ) کسی فیصلہ کو پہنچ جائے اور اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لے کہ اگر یوں کیا جائے تو جماعت کو روحانی اور جسمانی فائدہ ہے اس لئے یوں کیا جائے گا تو مسلمانوں کا کیا فرض ہے؟ مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ جوانہوں نے اپنے خدا کے ہاتھ پر ہاتھ دے کر خدا اور خلیفہ وقت کیلئے عہدِ اطاعت باندھا تھا اس کو وہ پورا کریں اور کامل اطاعت کا نمونہ دکھاتے ہوئے خلیفہء وقت کے فیصلوں کی تعمیل میں لگ جائیں۔ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ دنیا کی بہتر سے بہتر جزاء اور اُخروی زندگی میں اعلیٰ سے اعلیٰ ثواب انہیں ملے گا۔ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔

جس وقت شوریٰ میں مشورہ کیلئے بلایا جائے تو ایک تو ہر ایک احمدی کا فرض ہے جس کی نمائندگی کی منظوری مل گئی ہو کہ وہ شوریٰ میں آئے۔ دوسرے اس پر فرض ہے کہ وہ شوریٰ میں باقاعدگی کے ساتھ بیٹھا رہے۔ تیسرا اس کا یہ فرض ہے کہ پوری توجہ کے ساتھ وہ کارروائی کو سنے اور پھر اس کا یہ فرض ہے کہ وہ پوری دیانتداری کے ساتھ جذبات کی رَو میں نہ بہتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کرے خواہ الفاظ کے ذریعہ اگر اسے بولنے کا موقعہ ملے اور موقعہ دیا جائے یا ہاتھ کھڑا کر کے ووٹنگ کے ذریعہ اگر ووٹنگ ہو اور اس کا سب سے اہم فرض یہ ہے کہ وہ سارا وقت دعاؤں میں مشغول رہے اور اپنے ربّ کے حضور عاجزانہ جھک کر اس سے یہ گزارش کرے کہ اے میرے ربّ! تو جانتا ہے کہ ہم کتنے کمزور ہیں اور تیرے دین کی خاطر تیرے خلیفہ نے بعض مشوروں کے حصول کیلئے ہمیں یہاں بلایا ہے ہمیں یہ توفیق عطا کر کہ ہم کوئی ایسا مشورہ نہ دیں کہ جو تیرے دین کو نقصان پہنچانے والا اور ہمیں تیرے عتاب کا مورد بنانے والا ہو۔ ہر وقت دعا کرتے ہوئے اللہ سے اللہ کا نور حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک نورانی فضا پیدا کر کے خلیفہ وقت کے سامنے اپنے مشوروں کو رکھیں اور جب کوئی فیصلہ سنا دیا جائے کسی مشورہ کے بعد تو اس پختہ ارادہ کے ساتھ وہاں سے اٹھیں کہ ہم اپنی پوری طاقت اور پوری توجہ سے اس فیصلہ کی تعمیل ان لوگوں سے کروائیں گے جن کا تعلق اس سے ہو۔

اس طرح جب خلیفہ وقت جماعت کو یا بعض افراد جماعت کو اس لئے بلائے، صدر انجمن احمدیہ کے قواعد کے مطابق کہ اکٹھے ہو اور مشورہ دو کہ تمہاری نمائندگی کون کرے تو کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس مجلس سے اس لئے اُٹھ کر چلا جائے کہ وہاں کوئی ایسی بات ہوئی ہو جو اس کی طبیعت پر گراں گزری ہو یہ اطاعت سے نکلنا ہے ہمیشہ اس سے بچنا چاہیئے اور اگر اس قسم کا قصور ہو جائے تو بڑی استغفار کرنی چاہیئے یہ کوئی دنیوی کھیل یا تماشہ یا دنیوی سیاست نہیں ہے۔ ہم سب ساری دنیا کو ناراض کر کے اپنے ربّ کے قدموں پر جھک گئے ہیں اس لئے کہ وہ ہمارا مولیٰ ہم سے خوش ہو جائے اور اس کی رضا کو ہم پا لیں اگر اس کے بعد بھی ہم اس کی طرف اپنی پیٹھ پھیر لیں دنیا کی طرف اپنا منہ کر لیں تو ہم سے زیادہ کوئی بد بخت نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں اپنی رضا کی جنت ہی میں رکھے اور شیطان کا کوئی وار ہم پر کارگر ثابت نہ ہو۔

☆......☆☆......☆☆......☆☆......☆

نظامِ خلافت: مختصر تاریخ، برکات، تقاضے

ظفر وقار کاہلوں

خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے دُنیا کے ہر خطے میں اپنی طرف سے زندگی کے اصول وضوابط بتانے اور سکھانے کی غرض سے اپنی طرف سے مامورین بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا، معاشروں کی انفرادی ضروریات اور حکمتوں کے پیشِ نظر ان مامورین کی تعلیم اور اس کا دائرہ کار ایک محدود مدّت اور محدود علاقہ کیلئے مختص ہوا کرتا تھا یہ مامورینِ الٰہی اس پیغام کی تفسیر اپنی زندگیوں کے عملی نمونہ سے پیش کرتے، ان سب ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والے مامورین کی تعلیم کا لبِ لباب توحیدِ باری تعالیٰ، بنی نوع انسان کی ہمدردی اور اعلیٰ انسانی قدروں کی سر بلندی رہا۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے:

وَلِكُلِّ قَوۡمٍ هَاد

(سورۃ الرعد: 8)

اور ہر قوم کے لئے (خدا کی طرف سے) ایک راہنما (بھیجا جاچکا) ہے۔

انبیاء کے مقابل پہ طاقتور طاغوتی شیطانی طاقتیں جمع ہوکر اُن کے پیغام کو مٹانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتی رہیں، انبیاء کے ان سلسلوں میں جو ایک انتہائی کمزور انسان سے شروع ہوتے اور آغاز میں بالعموم کمزور لوگ بوجہ ان الٰہی سلسلوں کی صداقت، اپنی عاجزانہ طبیعت اور نورِ فراست کے ان میں شامل ہوتے اور بعد میں دیگر عوام بھی شامل ہو جاتے، ان ابتدائی ماننے والوں نے مخالفینِ صداقت کے ہر طرح کے ظلم وستم پہ صبر واستقامت کے ناقابلِ فراموش نقوش تاریخِ انسانیت میں رقم کئے۔ انبیاء کی وفات کے بعد اُن کے پیغام کو اُنکے متبعین ایک خلیفہ کی سرکردگی میں مزید آگے پہنچاتے رہے اور یوں نور کی یہ شمعیں مزید مخلوق کی ہدایت کا موجب بنتی رہیں، دوسری طرف شیطانی گروہ بھی اپنی جملہ طاقتوں اور ناپاک منصوبوں کے ذریعہ انسانیت کو راہِ ہدایت سے بھٹکانے کی ہر ممکن کوششیں کرتے رہے لیکن نتیجہ ہمیشہ یہی نکلتا رہا ہے کہ باوجود ہر طرح کی مخالفت کے طوفانوں کے مامور من اللہ اور ان کے پیرو مخالفین پہ غالب آتے رہے۔ قرآنِ کریم اس ازلی ابدی حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ۝

(سورۃ المجادلہ: 22)۔

اللہ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ اللہ یقیناً طاقتور (اور) غالب ہے۔

نبوّت کے بعد خلافت سب سے بڑا اور اہم ترین انعام ہے جس کا وعدہ ایمان لانے اور اس کے ساتھ اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں سے اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡـــًٔا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝

(سورۃ النور: 56)

اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسبِ حال عمل کرنے والوں

سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنادے گا جس طرح سے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنادیا تھا اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اُسے مضبوطی سے قائم کردے گا اور اُن کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کردے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دئے جائیں گے۔

اِن آیات میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ نبی کی وفات کے بعد جو خوف اور کمزوری کی حالت پیدا ہوتی ہے اُس کو اللہ تعالیٰ نظامِ خلافت کے ذریعہ سے دور کردیا کرتا ہے اور خلافت کی بدولت مومنین کی جماعت کو اعلیٰ ترقیات اور شان وشوکت عطا کرتا ہے، اس آیتِ کریمہ کو آیتِ استخلاف کہتے ہیں کیونکہ اس میں خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے اس آیت کے آخری حصہ میں ایک طور سے خبردار بھی کیا گیا ہے کہ مومنین کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے عبد بن کر رہنا چاہئیے اگر وہ دیگر ذرائع پہ انحصار کرنا اور اُن سے اُمیدیں وابستہ کرنا شروع کردیں گے تو یہ ایک طور شرک ہوگا اور فسق یعنی اللہ تعالیٰ کی صریح ناشکرگزاری ہوگی، ظاہر ہے اس کا نتیجہ خلافت کے انعام سے محرومی کی صورت میں نکلے گا۔

خلافت کے لفظی معنی جانشینی کے ہیں، اللہ کے نبی کے جانشین کو خلیفہ کہا جاتا ہے۔ خلیفہ کا مقصد نبی کے ذریعے جاری کردہ روحانی انقلاب کو جاری رکھنا اور مزید آگے بڑھانا ہوتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نبوت کا انعام کسی شخص کو محض اپنے فضل وکرم سے عطا کرتا ہے اسی طرح وہ خلافت کا منصب جس کو مناسب سمجھتا ہے عطا فرماتا ہے۔ متقیوں کی ایک جماعت خلیفہ کا انتخاب کرتی ہے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ اُس شخص کی طرف مائل کردیتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ اہم ترین ذمہ داری سونپنی ہو، جو شخص خلیفہ منتخب کیا جاتا ہے وہ اپنی وفات تک اس ذمہ داری کو ادا کرتا رہتا ہے۔ خلافت ایک طور سے زمین پہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرنے کا ذریعہ بنتی ہے جس میں خلیفہ کی حیثیت ایک روحانی سربراہ کی ہوتی ہے جس کے ہر حکم پہ مومنین برضا ورغبت کامل اطاعت اختیار کرتے ہیں۔ خلیفہ کی ذات اتحاد و یگانگت کا مرکزی نقطہ ہوتی ہے جس سے سب مومنین کا اخلاص ووفا اور دلی اطاعت کا براہِ راست مضبوط تعلق ہوتا ہے، گویا کہ خلیفہ ایک شمع ہوتی ہے اور مومن اس کے پروانے جو اپنا تن من دھن خلیفہ وقت کے ہر اشارہ پہ نچھاور کرنا اپنی سعادتِ عین سمجھتے ہیں اور اپنی دینی اور دُنیوی بقا اور فلاح کے لئے خلافت سے مضبوط تعلق کو جزو لازم سمجھتے ہیں۔

سلسلہ انبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک مرکزی اہمیت حاصل ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اکیس بائیس سو سال قبل عراق میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے اسماعیلؑ اور اسحاقؑ تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خواب کی بناء پہ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور ان سے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو جو حضرت اسحاقؑ سے بڑے تھے اور خدائی بشارتوں کے تحت پیدا ہوئے تھے عرب کے علاقہ حجاز کی وادی بکّہ میں لے جاکر آباد کیا، یہی بکہ ہے جو بعد میں مکہ کہلایا (بخاری کتاب باب یزفون النسلان فی المشی)۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد بنو اسرائیل کہلاتی ہے، ان میں متعدد نبی آئے جن میں حضرت، موسیٰ علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام،، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت یحیٰی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعض دیگر نبیوں کا ذکر قرآنِ کریم میں ہوا ہے۔

نبی آخرالزّماں خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت

جب دُنیا بتدریج ترقیات کے بعد اس قابل ہوگئی کہ تمام انسانیت کیلئے ایک واحد عالمگیر نبی قیامت تک کیلئے الٰہی تعلیم لائے تو خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آج سے چودہ سو سال سے زائد عرصہ پیشتر عرب میں نازل ہوئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد بنو اسماعیل کہلائی اور ان میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے، آپ ﷺ قبیلہ قریش کے بنو ہاشم گھرانہ میں 20 اپریل 571 بروز پیر بمطابق 9 ربیع الاوّل پیدا ہوئے، یہ وہ سال ہے جب ابرہہ کے لشکر نے خانہ کعبہ پر چڑھائی کی اور خدائی عذاب سے تباہ ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے والد ماجد کا نام حضرت عبداللہ تھا جو آپ کی

پیدائش سے قبل ایک سفر کے دوران یثرب (مدینہ) میں فوت ہو گئے، والدہ ماجدہ کا نام آمنہ تھا، حضور ﷺ کو شروع میں والدہ کے بعد ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا، پھر بنوسعد کی نیک دل خاتون حلیمہ پرورش کیلئے اپنے ساتھ لے گئیں، چھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا جس کے بعد دو سال تک دادا اور اُن کی وفات کے بعد چچا نے آپ کی کفالت کی، جوانی میں آپ ﷺ تجارتی قافلوں کے ساتھ جاتے، آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کی ہر طرف شہرت ہوئی اور صادق اور امین کا لقب دیا گیا، آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی جب آپ کے اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہو کر مکہ کے قبیلہ بنواسد کی ایک پاک باز متمول خاتون حضرت خدیجہؓ جن کی عمر اُس وقت چالیس سال تھی اُنہوں نے آپ ﷺ کو شادی کا پیغام بھجوایا جسے اپنے چچا کے مشورہ کے بعد آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔

(ابنِ ھشام جلد اوّل، جز اوّل صفحہ103تا 127)۔

جب آپ ﷺ نے عمر کی چالیس منزلیں طے کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کی اصلاح کیلئے آپ ﷺ کو نبی مبعوث فرمایا، پہلے انبیاء اپنی مخصوص قوم اور مخصوص علاقہ کیلئے آتے تھے جبکہ آپ ﷺ کو خدا نے سب زمانوں اور سب علاقوں کیلئے ہادی بنا کر بھیجا۔ حضور ﷺ نے اپنی عمر کے ابتدائی 53 سال مکہ اور آخری 10 سال مدینہ میں گزارے اور آپ ﷺ کی آخری آرام گاہ بھی مدینہ میں ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل عربوں میں تعلیم کا رواج کم تھا مگر باوجود اُمی ہونے کے اپنی فصاحت و بلاغت اور زبان دانی پر اُنہیں بڑا ناز تھا، ان کے ہاں جس شخص کو اظہار بیان پر قدرت حاصل نہ ہو اُسے ازراہِ تحقیر ''عجمی'' کہتے تھے۔ مہمان نوازی، دلیری، عزتِ نفس، بلند ہمتی، حمیت اور انتقام ان کے نمایاں اوصاف تھے۔ بُت پرستی، شراب خوری، جوابازی، زنا ان کی زندگی کا گویا اوڑھنا بچھونا تھے بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کی قبیح رسم بھی ان میں تھی اور عورت سے انتہائی گھٹیا سلوک روا رکھا جاتا تھا، لات، عُزیٰ، ہبل، نسر، سواع، یغوث، یعوق ان کے مشہور بتوں کے نام تھے۔ (ابنِ ھشام جلد اوّل، صفحہ5، سورۃ نوح:24)۔ اس انتہا درجہ کی روحانی پستی کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے انتہائی برگزیدہ نبی محمدِ عربی احمدِ مصطفیٰ ﷺ کو سب جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیامت تک تمام بنی نوع انسان کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا جیسا کہ قرآنِ کریم فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًاؕ

(سورۃ الاحزاب :22)

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کیلئے جو اللہ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

آنحضور ﷺ نے اپنے عملی نمونہ سے خالقِ کائنات کی محبت اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی کی ایسی تاریخ رقم کی کہ سعید روحیں یکے بعد دیگرے حلقہ بگوشِ اسلام ہوتی گئیں۔ آنحضور ﷺ نے اپنی خداداد قوّتِ قدسیہ سے ان اُمی جھگڑالو لوگوں کی زندگیوں میں ایک انقلابِ عظیم برپا کر دیا اور آپ کے صحابہؓ آسمانِ روحانیت کے درخشاں ستارے بن کر چمکے جن کی مثال تمام تاریخِ انسانیت میں ملنا ممکن نہیں ہے، اُنہوں نے صبر و استقامت کے بے مثال ان مٹ نقوش اپنے آقا کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے رہتی دُنیا کے لئے ثبت کئے۔ ہجرت کے دسویں سال آنحضور ﷺ نے حج پر جانے کا ارادہ کیا یہی وہ حج ہے جو حجۃ الوداع کہلاتا ہے کیونکہ یہ آنحضور ﷺ کا آخری حج ہے اِسے حجۃ الاسلام اور حجۃ البلاغ بھی کہا جاتا ہے۔

(ابنِ ھشام جلد 2، جزء رابع صفحہ 972اور 1025)۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہو تو اس دُنیا میں رہو، چاہو میرے پاس آجاؤ اور بندے نے اپنے مولا کے پاس جانا ہی پسند کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سنا تو رونے لگ گئے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ابی بکر صدیقؓ)

حضرت ابوبکرؓ کی فراست نے جان لیا تھا کہ یہ بندہ کون ہے جس نے مالک حقیقی کی محبت کو ترجیح دی یعنی ہمارے محبوب آقا اپنے مولا کے پاس جانے والے ہیں۔

(بخاری کتاب التفسیرالقرآن باب ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجا)۔

یکم ربیع الاوّل بمطابق 26 مئی 632 کو آپ ﷺ کا وصال ہوا، حضرت عمرؓ کی ایک عجیب کیفیت ہوئی، تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے کہ جو کہے گا کہ حضور ﷺ فوت ہو گئے ہیں اس کی گردن اڑا دوں گا، یارِ غار حضرت ابوبکرؓ آئے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا پیشانی کو بوسہ دیا اور پھر غم سے نڈھال کیفیت میں باہر تشریف لائے اور کہا: جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے محمد ﷺ فوت ہو گئے لیکن جو خدا کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ خدا زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا پھر یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○

(سوۃ آل عمران: 145)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا وہ خدا کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو عنقریب جزا دے گا۔

(بخاری کتاب المناقب مناقب ابی بکرؓ)۔

حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا اور اسلام کے خلیفہ اوّل کے انتخاب کے بعد 14 ربیع الاوّل کو اِسی حجرہ میں آنحضور ﷺ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔

خلفائے راشدین: آنحضور ﷺ کے وصال کے بعد بالترتیب حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ خلیفہ بنے، ان چار خلفاء کے دَور کو خلافتِ راشدہ کہا جاتا ہے جبکہ بعد کے دَور کو ملوکیت کا دَور کہا جاتا ہے۔

خلفائے راشدین کے دَور کا مختصر خاکہ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

خلیفہ اوّل

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آنحضور ﷺ کا پہلا خلیفہ منتخب ہونے کا اعزاز حاصل ہوا، جنہوں نے آنحضور ﷺ کی اچانک وفات کے بعد سخت مشکل حالات کو سنبھالا، بعض عرب قبائل نے علم بغاوت بلند کرتے ہوئے مدینہ پہ حملہ کی ٹھان لی تھی، ان مفسدوں کی سرکوبی کیلئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے باقاعدہ لشکر روانہ کئے جنہوں نے اس شورش کا قلع قمع کیا، دوسری اہم مشکل یہ پیدا ہوئی کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا جو اُمورِ سلطنت چلانے اور غرباء کی کفالت کرنے کے لئے لازمی معاملہ تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہر ممکن ذرائع اختیار کرتے ہوئے زکوٰۃ کی وصولی کا مربوط نظم و نسق قائم فرمایا اور خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت سے اس نوزائیدہ اسلامی مملکت کو استحکام بہم فرمایا، ایک اور انتہائی خطرناک صورتِ حال مسیلمہ کذّاب اور بعض دوسرے جھوٹے مدعیانِ نبوت کی اسلامی ریاست کے خلاف بغاوت کی وجہ سے پیدا ہوگئی جنہوں نے خاصے بڑے لشکر جمع کر لئے اور بعض علاقوں پہ قبضہ بھی کر لیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے باوجود وسائل کی انتہائی ناگفتہ بہ حالت کے ان سب کے فتنوں کو اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت سے رفع کر کے امن و امان قائم کیا، آپؓ دو سال سے کچھ عرصہ زیادہ خلیفہ رہے اور وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں آنحضور ﷺ کے دائیں پہلو میں دفن ہوئے۔ آپؓ کی خلافت کا دَور 632 تا 634 ہے۔

(احمدیہ گزٹ، اپریل، مئی 2000، صفحہ 28،29)

خلیفہ دوم

حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد اسلام کے دوسرے خلیفہ منتخب ہونے کا اعزاز حاصل ہوا، آپؓ کے دور میں مسلمانوں کو ایران، عراق، شام اور مصر میں مہمات کرنا پڑیں اور اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں اسلامی حکومت کی سرحدیں دور دور تک پھیل گئیں، آپؓ کے دَور میں 17

ہجری میں فلسطین کا تاریخی مقدس شہر یروشلم فتح ہوا۔ حضرت عمرؓ نے نظامِ خلافت کی مضبوطی اور حفاظت کے لئے مجلسِ شوریٰ قائم کی جس کے ذمہ خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا، بیت المال کے نظام کو منظم کیا، حکومتی انتظامات کی بہتری کی خاطر صوبوں کا نظام قائم کیا اور ہر علاقے میں سکول اور ہسپتال قائم کروائے، آپؓ کو غریبوں اور حاجتمندوں کی ضروریات پورا کرنے کا از حد فکر ہوتا تھا اور رات کو بھیس بدل کر مدینہ کی گلیوں میں چکر لگا کر لوگوں کی ضروریات معلوم کر کے فوری طور پہ خود پورا کرتے اور بعد میں اس کا مستقل حل کرواتے۔ حضرت عمرؓ کو 644 میں ایک ایرانی غلام نے دورانِ نماز خنجر کا وار کر کے زخمی کر دیا، اس شدید زخم کے نتیجے میں آپؓ نے جامِ شہادت نوش کیا اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں آنحضور ﷺ کے بائیں پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا دَور 634 تا 644 ہے۔

(احمدیہ گزٹ، اپریل، مئی 2000، صفحہ 29،28)

خلیفہ سوم

حضرت عثمان غنیؓ کو صحابہ پر مشتمل مجلس شوریٰ نے کثرت رائے سے اسلام کا تیسرا خلیفہ منتخب کیا۔ آپؓ کے دَور میں اسلامی سلطنت کو مزید وسعت ملی، آپ نے ایران میں اٹھنے والی بغاوت کو ختم کیا اور شمال میں حضرت امیر معاویہؓ کی قیادت میں رومیوں کو پسپا کیا، رومیوں نے سمندر کے رستہ سے مصر پر حملہ کیا مگر مسلمان لشکر نے اُن کا یہ حملہ بھی ناکام بنا دیا اور ان جنگوں کے نتیجہ میں ایران، ایشیاء کے بعض حصے اور مصر اسلامی سلطنت میں شامل ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری چھ سال بھیس بدل کر اسلام کو نقصان پہنچانے کی غرض سے ظاہری طور پہ مسلمان ہو جانے والے منافقین کی ریشہ دوانیوں اور فتنہ پرداز سازشوں کی وجہ سے سیاسی اور داخلی کشمکش میں گزرے، انہی فتنہ پردازوں نے 656 میں آپ کو تلاوتِ قرآن کریم کے دوران شہید کر دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کا دَور 644 تا 656 ہے۔

(اے بُک آف ریلیجس نالج، مرتب وحید احمد، صفحہ 150)

خلیفہ چہارم

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد پانچ دن تک مدینہ میں بدترین قسم کی بد امنی اور فساد رہا، چھٹے دن حضرت علیؓ کو خلیفہ تجویز کیا گیا اور عوام نے یکے بعد دیگرے آپؓ کی بیعت کی۔ حضرت علیؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے جلد بعد اسلامی سلطنت کا مرکز مدینہ سے کوفہ منتقل کر دیا جو جغرافیائی لحاظ سے مرکزی مقام پہ واقع تھا۔ آنحضور ﷺ کے بعض معتبر صحابہ جن میں حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ شامل تھے مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں کو فوری طور پہ کیفرِ کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کر رہے تھے جبکہ حضرت علیؓ نے مؤقف اختیار کیا کہ وہ امن و امان کی بحالی کے بعد یہ قدم اُٹھائیں گے، اس اختلاف پہ غلط فہمیوں کی فضا میں حضرت عائشہؓ بھی حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور دیگر ہم خیال لوگوں کے موقف سے اتفاق کرتے ہوئے اس گروہ میں شامل ہو گئیں۔ حضرت علیؓ نے ہر ممکن کوشش کی کہ جنگ نہ ہو اور مسلمانوں کا خون نہ بہے مگر اُن کی کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں، حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے لشکروں میں جنگ ہوئی جس میں حضرت عائشہؓ کے لشکر کو شکست ہوئی، حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کے اکرام اور حفاظت کا خیال رکھا اور اُن کے بھائی محمد بن ابوبکر کیساتھ اُنہیں مدینہ بھیج دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بیعت سے اس بنا پہ انکار کر دیا کہ پہلے حضرت عثمانؓ کی شہادت کا بدلہ لیا جائے، اس کشمکش میں اُن کے حامیوں اور حضرت علی کے حامیوں میں جنگ ہوئی، کافی جانی نقصان کے بعد ایک معاہدہ پہ اتفاق ہوا، ایک بڑے گروہ نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنا الگ گروپ بنا لیا جسے خارجیہ کہا گیا کیونکہ وہ حضرت علیؓ سے الگ ہو گئے تھے۔ حضرت علی نے اُنہیں اطاعت گزار بننے کی بہت ترغیب دی مگر کامیاب نہ ہو سکے اور مجبوراً اُن سے جنگ کرنا پڑی۔ اس جنگ میں اکثر خارجیوں کو قتل کر دیا گیا، شکست خوردہ خارجیوں میں سے بعض نے سازش کر کے 661 میں حضرت علیؓ کو شہید کر دیا یوں حضرت علیؓ کی خلافت کا دور 656 تا 661 تھا اور یہ خلافتِ راشدہ کا اختتام تھا۔

خلافتِ راشدہ کے خاتمے کے بعد مسلمان روحانی طور پہ بتدریج کمزور ہوتے گئے اگرچہ دُنیوی طور پہ بعد کے دور میں بھی مسلمانوں نے فتوحات اور سائنسی کارناموں سے تاریخ میں بے مثال کارنامے رقم کئے، سپین کی اسلامی سلطنت اور ترکی کی سلطنتِ عثمانیہ تاریخ میں خاص مقام رکھتی ہیں، خلافت سے ایک لمبا عرصہ محرومی کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ مسلمان دینی و دُنیوی ہر دولحاظ سے زوال کا شکار ہوتے گئے اور حالت ناگفتہ بہ حد تک پہنچ گئی، اس ضعف کی حالت کے بعد دوبارہ اسلام کے احیاء کی آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر فرمائی تھی جو حدیث میں یوں درج ہے۔

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ بِالثُّرَيَّا لَنَا لَهُ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُ لَآءِ

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر سورہ جمعہ)

اگر ایمان ثریا ستارے پہ بھی جاچکا ہوگا تو ان میں سے (اہلِ فارس سے) ایک مرد اُسے واپس لے آئے گا،

اسی تعلق میں ایک دوسری حدیث میں آنحضور ﷺ فرماتے ہیں

كَيْفَ تُهْلِكَ اُمَّةً اَنَا فِي اَوَّلِهَا وَالْمَسِيْحُ فِيْ اٰخِرِهَا

(ابنِ ماجه باب الاعتصام بالسنه)

وہ اُمت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں مسیح موعود ہوگا۔

مسیح موعودؑ کے زمانہ کے تعین میں آنحضرت ﷺ نے خوب وضاحت فرمائی تھی جیسا کہ حدیث میں ہے:

الايات بعد المائتين

(مشکوٰۃ صفحہ 471 مطبوعہ مجتبائی)

یعنی دیگر آیات اور مسیح موعودؑ کے ظہور کا وقت بارھویں صدی کے بعد کا ہے۔

اسلام چونکہ دینِ فطرت اور سراسر سچائی کا حامل مذہب ہے اور یہ چونکہ الٰہی تقدیر تھی جس نے بہر حال پورا ہونا ہی تھا۔ قرآنِ کریم تین مختلف مقامات پہ اس حقیقت کو بیان فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔

(سورۃ التوبۃ آیت 33، سورۃالصّف آیت10، سورۃالفتح آیت 29)

وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دینِ حق کو باقی سب ادیان پر غالب کردے۔

مسیحِ موعود کے نزول سے مراد آنحضرت ﷺ کی امت میں سے کسی اور شخص کا آنا ہے جو اپنے اعمال، صفات اور حالات کے لحاظ سے حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ ہوگا۔ بفضلِ تعالیٰ یہ موعود قادیان (ہندوستان) میں ظاہر ہو چکا ہے اور آپؑ کا نام حضرت مرزا غلام احمد ہے، اور آپ کا زمانہ 1835 تا 1908 ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ آپ ہی اس موعودہ زمانے کے مسیحِ موعود اور امام مہدی ہیں اور اس کی وضاحت آنحضرت ﷺ خود یہ کہہ کر فرما چکے ہیں کہ:

"لاا لمهدی الاعیسی" (ابنِ ماجه کتابُ الفتن) کہ مہدی اور عیسیٰؑ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعو علیہ السلام نے اسلام کا زندہ مذہب ہونا ہر پہلو سے ثابت کیا اور ہر طرح کے دلائل قاطعہ سے دُشمنانِ اسلام کا منہ بند کر کے سب پر اسلام کی عظمت ثابت کردی۔ حضور علیہ السلام نے جو نوّے کے قریب کتابیں لکھی ہیں وہ روحانی مردوں کو زندہ کرنے کی تاثیر اپنے اندر رکھتی ہیں، جماعتِ احمدیہ کی شکل میں اسلام کیلئے اپنا سب کچھ فدا کرنے والی جماعت کی حضرت اقدس علیہ السلام نے اِذنِ الٰہی سے 23 مارچ 1889 میں بنیاد رکھی۔ اپنی وفات کے بعد خلافتِ حقہ اسلامیہ کی آپ نے پیشگوئی ان الفاظ میں فرمائی ہے:

"اور تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

(الوصیت، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 305)

خلفائے مسیحِ موعود علیہ السلام

بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد 27 مئی 1908 میں جماعت احمدیہ میں بفضلِ تعالیٰ خلافت قائم ہوئی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے اس قافلہ کو اسِ للّٰہی نظام میں چلتے ہوئے 2008 میں 27 مئی کو الحمدللہ پورے سو سال ہوگئے ہیں۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت میں پانچویں خلافت کا دور ہے۔ ذیل میں جماعتِ احمدیہ کے تمام خلفاء کے اَدوار کا مختصراً جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

خلیفۃ المسیح الاوّل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات 26 مئی 1908 کو ہوئی اور حضرت حافظ مولوی نور الدینؓ کو 27 مئی 1908 کو خلیفۃ المسیح الاوّل منتخب کیا گیا، اپنے خداداد علم، تقویٰ اور الٰہی تائید و نصرت سے آپؓ نے جماعتِ احمدیہ کی قیادت کا حق اپنی وفات تک کمال خوبی سے ادا کیا اور خلافت کے خلاف اُٹھنے والے غیر مبائعین کے فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اس فتنہ اور اس کے حل کے لئے کی جانے والی آپؓ کی بے مثال مساعی کا ذکر سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں تفصیل سے موجود ہے۔ خلافتِ احمدیہ کے خلاف پیدا ہونے والی اس خطرناک سازش کے پسِ منظر کا ذکر آپؓ کی سوانح پہ ''حیاتِ نور'' کتاب میں اس طرح ہے۔ '' جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے جو بعد میں منکرینِ خلافت کے امیر مقرر ہوئے انہیں دراصل حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے بعض ذاتی رنجشیں تھیں جو صدر انجمن کے اجلاسات کے دوران بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کی بناء پر پیدا ہوگئی تھیں اس لئے وہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کو بطور خلیفۃ المسیح تسلیم کریں لیکن اس وقت چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا صدمہ ابھی تازہ تازہ تھا اور ساری کی ساری جماعت کے دل آپ کی طرف جھکے ہوئے تھے اس لئے اس وقت تو جناب مولوی محمد علی صاحب اپنی بے سروسامانی کو دیکھ کر دب گئے اور بیعت کر لی ورنہ دراصل وہ بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف خود فرماتے ہیں:

'' حضرت مسیح موعود کی جن لوگوں نے بیعت کی انہیں آپ کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص کی بیعت کی ضرورت نہیں اور نہ بیعت لازمی ہے لیکن بایں ہمہ میں نے بیعت کر بھی لی اس لئے کہ اس میں جماعت کا اتحاد تھا''

(حقیقت اختلاف صفحہ 29. 30مصنفہ جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم)

'' پس بظاہر بیعت کر لینے کے باوجود مولوی صاحب کے دل میں یہی خیال سمایا ہوا تھا کہ آہستہ آہستہ اپنے دوستوں اور ہم خیالوں کو ساتھ ملا کر رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرلیں اور پھر خلیفۃ المسیح کو معزول کر دیں یا خلافت ہی کو سرے سے مٹادیں، چنانچہ انہوں نے اپنے دوستوں کی مجالس میں اس قسم کے تذکرے شروع کردیئے جن میں خلافت کا انکار ہوتا تھا''

(حیاتِ نور صفحہ 363. 364، مصنفہ عبدالقادر (سابق سوداگر مَل))

یہ سب عناصر باوجود اپنے مذموم ارادوں کے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی زندگی میں نظامِ خلافت سے وابستہ رہے۔ خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت حافظ مولوی نور الدینؓ کی وفات 13 مارچ 1914 کو ہوئی، یوں آپؓ کا زمانہ خلافت 1908 تا 1914 بنتا ہے۔

خلیفۃ المسیح الثانی

خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت حافظ مولوی نور الدینؓ کی وفات کے بعد 14 مارچ 1914 کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ منتخب کے گئے، آپؓ نے اپنی وفات تک، 52 سال پہ محیط عرصہ تک جماعتِ احمدیہ کی قیادت کی ذمہ داری ادا کی۔ آپؓ 8 نومبر 1965 کو فوت ہوئے۔ جماعت میں مختلف ذیلی تنظیمیں قائم کرکے دُنیا میں تبلیغِ اسلام کا منظّم و مربوط انتظام کرنا آپؓ کا شاندار کارنامہ ہے، آپؓ کے بطور خلیفہ منتخب ہونے پہ جماعت کے بعض افراد کا ایک گروہ جو خلیفہ اوّل حضرت حافظ مولوی نور الدینؓ کے دورِ خلافت میں سرگرم عمل ہو چکا تھا کھلم کھلا

بغاوت پہ اُتر آیا اور نظامِ خلافت جاری رکھنے سے اختلاف کر کے علیحدہ ہو گیا۔ سوانح فضلِ عمر میں خلافتِ ثانیہ کے موقع پہ وقوع پذیر ہونے والے اس ناخوشگوار واقعہ کا یوں ذکر ہوا ہے۔

’’مولوی محمد علی صاحب اور آپ کے رفقاء تک خلیفہ اوّل کی وصیت کے باوجود نظامِ خلافت قائم رکھنے پر راضی نہ ہوئے تو 14 مارچ 1914 بروز ہفتہ قادیان میں حاضر الوقت احمدی احباب عصر کی نماز کے بعد انتخابِ خلافت کے لئے مسجد نور میں جمع ہوئے۔ قریباً 2 ہزار کا مجمع تھا، سب سے پہلے نواب محمد علی خاں صاحب نے حضرت خلیفۂ اوّل کی وصیت پڑھ کر سنائی جس میں جماعت کو ایک ہاتھ پر جمع ہو جانے کی نصیحت تھی۔ مولانا سیّد محمد احسن صاحب امروہیؓ نے جو جماعت کے بڑے بزرگوں میں سے تھے کھڑے ہو کر تقریر کی اور خلافت کی ضرورت اور اہمیت بتا کر تجویز کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے بعد میری رائے میں ہم سب کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر جمع ہو جانا چاہیئے کہ وہی ہر رنگ میں اس مقام کے اہل اور قابل ہیں۔ اس پر سب طرف سے ہاں حضرت میاں صاحب! حضرت میاں صاحب کی آوازیں اُٹھنے لگیں اور سارے مجمع نے بالاتفاق اور بالاصرار کہا کہ ہم اس تجویز کو بدل و جان قبول کرتے ہیں۔ اس وقت مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے بعض رفقاء بھی موجود تھے۔ مولوی محمد علی صاحب نے مولوی محمد احسن صاحب کی تقریر کے بعد کچھ کہنا چاہا اور اپنے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا کر لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی‘‘۔

(سوانح فضلِ عمر، صفحہ 237، 238، ناشرین فضلِ عمر فاؤنڈیشن)

خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم بیٹے کی پیدائش کی پیشگوئی جسے پیش گوئی مصلح موعود کہا جاتا ہے کے مصداق تھے اس کا اظہار ایک جلسہ عام میں آپؓ نے دہلی میں 1944 میں کیا، پاکستان، انڈیا کے 1947 میں الگ الگ مُلک بننے کے بعد آپؓ نے جماعتِ احمدیہ کا مرکز قادیان سے پاکستان میں ایک نئی بیابان جگہ پہ منتقل کیا جس کا نام ربوہ تجویز کیا گیا۔ آپؓ کے دور میں 1935 اور 1953 میں جماعت کے خلاف مخالفت کی شدید تحریکات چلیں مگر آپ کی راہنمائی میں جماعت قربانی اور تربیت میں مزید ترقیات کرتی ہوئی آگے بڑھتی گئی۔ آپؓ کا زمانہ خلافت 1914 تا 1965 بنتا ہے۔

خلیفۃ المسیح الثالث

جماعتِ احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی وفات کے بعد 9 نومبر 1965 کو حضرت حافظ مرزا ناصر احمدؒ سیدنا حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ منتخب کے گئے۔ آپؒ نے جماعتِ احمدیہ کو

’’محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں‘‘

کا پرخلوص محبت و اُلفت کا پیغام دیا اور جماعت کا روحانی معیار تربیت محبت، دعاؤں اور صبر و استقامت کے درس کے ساتھ مزید بلند کیا اور ہر طرح کے حالات کا مسکراتے چہروں سے مقابلہ کرنے کا عملی درس دیا۔ 1974 میں ایک بار پھر مخالفِ احمدیت علماء نے حکومتِ پاکستان پر زبردست دباؤ ڈالا، حکومتی سرپرستی میں مظلوم احمدیوں کی جانیں لی گئیں اور اموال لوٹے گئے اور جماعتِ احمدیہ کو' سراسر ظلم و زیادتی کی روش اختیار کرتے ہوئے' کافر قرار دلوایا گیا، خلیفۃ المسیح الثالث حضرت حافظ مرزا ناصر احمدؒ نے جماعت کو اس سنگین امتحان سے خدائی تائید سے گزرنے میں ہر ایک لمحہ پہ حوصلہ دیا اور جماعت کی ترقی کی رفتار پہلے سے بڑھ گئی۔ آپؒ نے افریقہ کے براعظم میں تبلیغی سرگرمیوں کی طرف خاص توجہ مبذول کرائی اور 3 جولائی 1970 کو ایبٹ آباد میں ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان آخری روحانی جنگ افریقہ کی سرزمین پہ لڑی جائے گی۔ آپؒ نے افریقہ، یورپ اور سکنڈے نیویا کے ممالک کے تفصیلی دورے کئے مساجد کی بنیادیں رکھیں اور جماعت کا جذبہ اور جوش مزید بلند کیا۔ آپؒ نے نوجوانانِ احمدیت کے لئے ’’تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں‘‘ نصب العین تجویز کیا۔ خلیفۃ المسیح الثالث حضرت حافظ مرزا ناصر احمد 9 جون 1982 کو فوت ہوئے، اس طور آپ کو جماعتِ احمدیہ کی خلافت کی ذمہ داریاں 1965 تا 1982 ادا کرنے کی توفیق ملی۔

خلیفۃ المسیح الرابع

خلیفۃ المسیح الثالث حضرت مرزا ناصر احمدؒ کی وفات کے بعد 10 جون 1982 کو حضرت مرزا طاہر احمدؒ جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپؒ نے جماعت میں تبلیغ کے میدان میں ایک نیا جوش و جذبہ پیدا کیا اور اس مساعی کے نتیجہ میں نیک روحیں جماعت میں بہت تیزی سے شامل ہونا شروع ہوگئیں، جماعت کی ان ترقیات سے مخالفین مزید بوکھلاہٹ کا شکار ہوگئے اور حکومت کی طرف سے 26 اپریل 1984 کو مزید سخت قوانین جماعت احمدیہ کے خلاف نافذ کئے گئے، جن میں مساجد میں اذان پہ پابندی اور کلمہ طیبہ پڑھنے لکھنے پہ پابندی شامل تھی، مخالفینِ احمدیت کے ارادے مزید خطرناک تھے اور وہ خلافتِ احمدیہ پہ ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے کہ الٰہی اذن اور تائید سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ پاکستان سے ہجرت کر کے برطانیہ میں لندن تشریف لے آئے، یہاں پہنچنے کے بعد جماعت کی ترقیات کا ایک نیا دور شروع ہوگیا، 31 جولائی 1993 کو لندن میں جلسہ سالانہ کے دوسرے دن پہلی تاریخی عالمی بیعت ہوئی جس میں 84 ممالک اور 115 قوموں کے 2 لاکھ چار ہزار تین سو آٹھ افراد عالمی مواصلاتی نظام کے ذریعہ بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے اور تمام احبابِ جماعت احمدیہ نے تجدید بیعت کی۔ جو تاریخ عالم کا پہلا بے نظیر واقعہ ہے، پھر 7 جنوری 1994 میں مسلم ٹی وی احمدیہ کی باقاعدہ نشریات کا آغاز ہوا۔ مسلم ٹی وی احمدیہ کے ذریعہ جماعت کا پیغام بہت سرعت کے ساتھ دُنیا میں پھیلنا شروع ہوا اور ہر سال کئی کئی لاکھ افراد جماعت میں شامل ہونے لگے۔ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمدؒ کی وفات 19 اپریل 2003 کو ہوئی اور یوں آپؒ کی خلافت کا دَور 1982 تا 2003 بنتا ہے۔

خلیفۃ المسیح الخامس

جماعتِ احمدیہ کے پانچویں خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز 22 اپریل 2003 کو منتخب ہوئے، جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کو مزید فعّال کرنے کے علاوہ جماعت احمدیہ کے افراد، خاص طور پہ پاکستان سے ہجرت کر کے دیگر ممالک میں آباد احباب وخواتین کی تربیت پہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز خصوصی توجہ دے رہے ہیں، اس ضمن میں زیادہ سے زیادہ افراد کو نظامِ وصیت میں شامل کرنے کی طرف عہدہ داران جماعت کو بار بار یاددہانی خاص طور پہ قابلِ ذکر ہے، پھر کئی ممالک، جیسے، کینیڈا، برطانیہ، جرمنی وغیرہ میں مبلغینِ اسلام تیار کرنے کے لئے مقامی جامعۃ الاحمدیہ حضور پُرنور کی خصوصی توجہ اور راہنمائی سے قائم کئے گئے ہیں۔ خلافتِ احمدیہ کے قیام کو 27 مئی 2008 میں پورے سو سال مکمل ہو رہے ہیں، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے اس ضمن میں اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 27 مئی 2005 میں جماعت کو تحریک فرمائی کہ 27 مئی 2008 کو خلافتِ احمدیہ کے پہلے سو سال مکمل ہونے پر منائے جانے والے جشن تشکر کی روحانی تیاری کے طور پہ مندرجہ ذیل عبادات اور دعائیں دی گئی تفصیل کے مطابق کی جائیں:

☆ ہر ماہ ایک نفلی روزہ رکھیں اور اس میں یہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ خلافت کو جماعتِ احمدیہ میں ہمیشہ قائم رکھے۔ ماہانہ ایک مرتبہ

☆ دو نفل جماعت کی ترقی اور اس کے استحکام کے لئے روزانہ پڑھیں۔ روزانہ دو نفل

☆ روزانہ سات بار سورہ فاتحہ پڑھا کریں، سورہ فاتحہ کو غور سے پڑھیں تاکہ ہر قسم کے فتنہ وفساد سے بچتے رہیں۔ روزانہ سات مرتبہ

☆ رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا وَّ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ۔ (سورہ البقرہ آیت 251) ۔ روزانہ 11 مرتبہ

☆ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُکَ فِیۡ نُحُوۡرِھِمۡ وَنَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شُرُوۡرِھِمۡ ۔ (ابو داؤد)۔ روزانہ 11 مرتبہ

☆ رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ ھَدَیۡتَنَا وَھَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَھَّابُ۔ (آل عمران۔ آیت 9) ۔ روزانہ 33 مرتبہ

☆ استغفار: اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ۔

روزانہ 33 مرتبہ

☆ تسبیح وتحمید: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔ روزانہ 33 مرتبہ

☆ درود شریف: روزانہ کم از کم 33 بار درود شریف پڑھیں۔

آنحضرت ﷺ کے دور میں تکمیلِ ہدایت ہوئی اس بارہ میں قرآنِ کریم میں یوں ذکر آتا ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

(سورہ المائدہ آیت 4)

یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے، آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین اور بعد میں مسلمان صلحاء، اولیاء کے دَور میں کسی قدر تبلیغ ہدایت کا فریضہ سرانجام دیا جاتا رہا، مگر تکمیل اشاعتِ ہدایت کا مرحلہ باقی تھا جسے مسیح موعود علیہ السلام اور اُس کے خلفاء نے سرانجام دینا تھا کیونکہ اُس زمانہ میں وہ ذرائع ابلاغ ابھی میسر نہ تھے جو مسیحِ موعود علیہ السلام کے زمانہ میں میسر آنے تھے۔ آنحضور ﷺ کے زمانہ میں وہ ذرائع نشر و اشاعت ابھی میسر نہ تھے جیسا کہ کاغذ اس کثرت سے دستیاب نہ تھا جیسا کہ آج مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہے، پھر پریس، تار، ٹیلی فون، ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ یہ سب ذرائع اس موجودہ دور میں جو مسیح موعود کا دور ہے وجود میں آئے ہیں۔ خلافت کی برکت سے ان جدید ذرائع ابلاغ کے توسط سے تکمیل اشاعتِ ہدایت کا کام جماعتِ احمدیہ سرانجام دے رہی ہے اور دُنیا میں خلافت کی برکت سے ایک وحدتِ قومی کا قیام عمل میں آ رہا ہے۔ آج چند لمحوں میں دُنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک رابطہ کیا جا سکتا ہے، مہینوں اور سالوں کے سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتے ہیں، تمام دُنیا کی لمحہ لمحہ کی خبریں میسر ہوتی ہیں۔ یہ جملہ جدید ایجادات جماعتی ترقیات کو وسعت اور سرعت دینے میں کلیدی کردار ادا کر رہی ہیں۔ خلفائے احمدیت کی راہنمائی میں جو مثبت کام پوری دُنیا میں نفرتیں مٹا کر وحدتِ قومی کے قیام کے لئے ان جدید ایجادات کے ذریعہ سے کئے جا رہے ہیں اُن کی کسی قدر تفصیل ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔

خلافت کی برکات کا دائرہ وسیع کرنے میں انٹرنیٹ کا استعمال

انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کی موجودہ دور میں ایجاد کے ذریعہ سے یہ دُنیا کے کونے کونے میں تبادلۂ معلومات کے تیز ترین اور سستے ترین ذریعہ کی صورت میں متعارف ہونا شروع ہوا، ویب سائیٹس پہ معلومات کے ذخیرے موجود ہوتے ہیں اور انٹرنیٹ کی مدد سے ہر وقت ان تک رسائی ممکن ہوتی ہے جبکہ افراد کے درمیان برق رفتار باہمی رابطہ اور تبادلۂ خیال کی سہولت بھی میسر ہوتی ہے جماعتِ احمدیہ انٹرنیٹ کی وساطت سے تمام ممکنہ مثبت مفید تربیتی اور تبلیغی کام سرانجام دے رہی ہے، جماعت کی ویب سائیٹ الاسلام ڈاٹ آرگ پہ قُرآنِ کریم، آنحضور ﷺ کی پاکیزہ سیرت وسوانح اور احادیثِ مبارکہ، تاریخ اسلام اور بانی جماعتِ احمدیہ مسیحِ پاکؑ کا نثر و نظم پہ مشتمل کلام انٹرنیٹ کے توسط سے ہر ایک کی دسترس میں ہمہ وقت موجود لائبریری میں موجود ہے، پھر حالاتِ حاضرہ اور مفید معلومات پہ مشتمل کتب کے علاوہ خلفائے احمدیت کے خطباتِ جمعہ، مجالس سوال و جواب، بعض منتخب کتب اور بے شمار نظمیں آڈیو صورت میں بھی موجود ہیں اور جب چاہے سنی جا سکتی ہیں۔ اسی انٹرنیٹ کے توسط سے ٹی وی اور ڈش اینٹینا کے بغیر ایم ٹی اے کی نشریات کمپیوٹر کے ذریعہ ایم ٹی اے ڈاٹ ٹی وی پہ میسر ہیں۔ اس طور انٹرنیٹ اس روحانی مائدہ کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کا شرف حاصل کر رہا ہے جس سے لوگ چاہیں تو ہدایت حاصل کر کے اپنے رب کی رضا کی جنت کو پا سکتے ہیں یوں اس زمانہ کے بارہ میں قرآنی پیشگوئی "وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ" (سورہ التکویر: 14) کہ جب جنت کو قریب کر دیا جائے گا پوری شان کیساتھ پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔

نشر و اشاعت کی سہولیات کا خلافت کی برکات میں وسعت پیدا کرنا

پہلے وقتوں میں کتب شائع کرنا انتہائی مشکل تھا، اچھا معیاری کاغذ دستیاب نہ

تھا، ماہر خوشنویس عرق ریزی سے ہاتھ سے لکھتے، اغلاط کی اصلاح (پروف ریڈنگ) کے بعد کئی بار کاتب کو سارا مسوّدہ از سر نو لکھنا پڑتا تھا اور جملہ مراحل میں سخت محنت کے علاوہ کئی کئی مہینے صرف ہو جاتے، مگر آج کمپیوٹر پرنٹنگ میں لکھنے، غلطیوں کی اصلاح، اشاعت، جلد بندی غرض ہر مرحلہ بہت جلد، بہ آسانی اور کئی گنا بہتر معیار میں تکمیل پذیر ہو جاتا ہے۔ ان جدید ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے جماعت کا لٹریچر کثیر تعداد میں اعلیٰ معیار کی دیدہ زیب کتب کی صورت میں مختلف زبانوں میں شائع کیا جاتا ہے، پھر الیکٹرانک شکل میں یہ کتابیں جماعت کی ویب سائیٹ پہ لائبریری میں موجود ہیں اور دُنیا کے دُور دراز علاقوں میں مقیم افراد جب چاہیں ان سے استفادہ کر سکتے ہے۔ نشر و اشاعت کی اِن جدید سہولیات کا وجود میں آنا دیگر اُمور کے علاوہ قرآنِ کریم کی اس زمانہ کے بارہ میں پیشگوئی '' وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَت '' (سورۃ التکویر :11) اور جب کتابیں پھیلا دی جائیں گی پوری ہونے کی صورت میں حقانیتِ اسلام کی بیّن دلیل بھی ہے۔

جدید ذرائع آمدورفت کا نظامِ خلافت میں مثبت استعمال

پہلے وقتوں میں گھوڑے، خچر، گدھے اور اونٹ وغیرہ سواری کا ذریعہ ہوتے تھے، لوگوں کی ایک بڑی تعداد یہ جانور خریدنے کی استطاعت سے بھی محروم تھی اور پیدل سفر کرنے پہ مجبور تھی جبکہ سفر کیلئے معین راستے اور سڑکیں نہ ہونے کے برابر تھیں، دورانِ سفر موسمی تکالیف، طوفانوں، سانپوں اور جنگلی جانوروں سے مُڈھ بھیڑ کے نتیجہ میں کئی مسافر منزلِ مقصود کی بجائے موت کے منہ میں چلے جایا کرتے تھے، دُنیا کے دور دراز مُلکوں کا سفر خواب خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن آج جدید برق رفتار سواریوں کے طفیل اُن دور دراز مُلکوں میں جانا، اہلِ خانہ کو ساتھ لے جانا اور بوقتِ ضرورت واپس آنا بہت آسان ہو چکا ہے، آج کے دور میں سفروں کیلئے اونٹ وغیرہ کا سوچنا دیوانگی خیال کیا جائے گا جو اِس زمانہ کے بارہ میں قرآنی پیشگوئی ''وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ '' (سورہ التکویر :5) یعنی اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں آوارہ چھوڑ دی جائیں گی کا پورا ہونا ثابت کرتا ہے، ان جدید سواریوں کی ایجادات کی دوڑ میں ہوائی جہاز کی ایجاد ایک سنگِ میل کی اہمیت رکھتی ہے، یہ ہوائی جہاز ہی ہے جس کا ایک قدم مشرق میں ہوتا ہے تو دوسرا مغرب میں۔ ان جدید سواریوں کی بدولت جماعت کے مبلّغ دور دراز ملکوں تک پہنچ کر مسیح پاک کا پیغام پہنچا کر اُنکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی پیش خبری '' میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' (تذکرہ) کو پورا کرنے کی توفیق پا رہے ہیں، بفضلہٖ تعالیٰ اب افرادِ جماعت دُنیا کے ہر خطہ میں بڑی تعداد میں موجود ہیں، جماعت کی روحانی اور اخلاقی ترقی کیلئے خلیفۂ وقت سے ہر فرد جماعت کا ذاتی طور پہ ملاقات کرنا انتہائی اہم ہے، بفضلہٖ تعالیٰ موجودہ تیز رفتار سواریوں کی بدولت دُنیا کے مشرق و مغرب، شمال جنوب میں خلیفہ وقت کیلئے دورے کرنا اور افرادِ جماعت سے ملاقات کرنا ممکن ہو سکا ہے خلیفہ وقت کے ان بابرکت دوروں اور انفرادی ملاقاتوں کے فیض سے جماعت کے افراد میں خُدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک نئی روح پیدا ہوتی ہے اور اُن کی روحانی تشنگی کی سیرابی کا سامان ہو جاتا ہے، ان جدید سواریوں کی بدولت افرادِ جماعت بھی آسانی سے جلسوں میں شرکت کر کے اپنی روحانیت اور باہمی محبت و اخوت کو بڑھاتے ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

جدید ذرائع رسل و رسائل کا نظامِ خلافت میں گراں قدر کردار

پرانے وقتوں میں کہیں اطلاع پہنچانا ہوتی تھی تو آدمی روانہ کئے جاتے تھے جو گھوڑے اونٹ وغیرہ پہ یا پیدل سفر کر کے پہنچتے اور اس عمل میں کئی دن گزر جاتے تھے، مختلف مقامات کے لوگوں کے حالات سے آگاہی اور باہمی رابطہ انتہائی مشکل تھا، مگر اب جدید ذرائع مواصلات جو ڈاک، ٹیلیگرام، ٹیلی فون، فیکس، موبائل فون اور کمپیوٹر کے توسط سے ای میل وغیرہ کی صورت میں بتدریج اس قدر تیز رفتار ہو چکے ہیں کہ ہزاروں میل دور رابطہ کر کے نہ صرف بات کی جا سکتی ہے بلکہ ایک دوسرے کو دیکھا بھی جا سکتا ہے، ان برق رفتار ایجادات کے توسط سے مبلغینِ احمدیت اسلام کا حسین پُر امن پیغام دُنیا

کی دُور افتادہ آبادیوں تک پہنچا رہے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ سعید روحیں دامنِ احمدیت سے وابستگی اختیار کرتی جارہی ہیں۔

ریڈیو، ٹی وی کا برکاتِ خلافت وسیع کرنے میں زبردست کردار

آواز ریکارڈ کرنے والا آلہ فونوگراف 1877 میں ایجاد ہوا اور جب کچھ سالوں بعد عام لوگوں کے استعمال کیلئے میسر آنے لگا تو سیدنا مسیحِ پاکؑ نے اس پہ انتہائی خوشنودی کا اظہار کیا اور حضورؑ کے ارشاد پر حضرت مولوی عبدالکریمؓ صاحب نے حضورؑ کے درجِ ذیل اشعار والی نظم خوش الحانی سے ریکارڈ کروائی ؎

آواز آ رہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

دوسری طرف اگر اُس زمانہ کے مخالفِ احمدیت مسلم علماء پہ نظر دوڑائیں تو وہ لاؤڈ سپیکر وغیرہ کے استعمال پہ کفر کے فتوے صادر کرتے نظر آتے ہیں، پھر 1900 میں ریڈیو اور 1923 میں ٹی وی ایجاد ہوا تو ان کا استقبال بھی اِن علماء کی طرف سے کفر کے فتوؤں سے کیا گیا مگر بعد میں اپنے فتوؤں سے انحراف کرتے ہوئے لاؤڈ سپیکر، ریڈیو، ٹی وی اور آڈیو ویڈیو آلات کا بے دردانہ استعمال نہ صرف شروع کر دیا بلکہ ان کے ذریعہ سے فتنہ وفساد کا ایک بازار گرم کر دیا جس میں وقت کے ساتھ شدت آتی جارہی ہے، دوسری طرف جماعتِ احمدیہ کے افراد انتہائی خوش نصیب ہیں کہ ان ایجادات کے مثبت پہلوؤں سے مستفیض ہونے کے سامان اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اُن کیلئے پیدا کر دیئے ہیں۔ مولا کریم وقادر نے محض اپنے فضل وکرم سے افرادِ جماعت کی دینی اور دُنیوی بھلائی کیلئے ایم ٹی اے یعنی مسلم ٹی وی احمدیہ کی شکل میں ایک مطہر و مصفّٰی چشمۂ شیریں 1994 میں جاری کر دیا۔ ایم ٹی اے کے توسط سے یہ ٹی وی افرادِ جماعت کیلئے ہر نوع کی دینی و دُنیوی مفید معلومات اور اپنے محبوب امامِ جماعت سے ایک برق رفتار زندہ رابطہ اور تعلق قائم رکھنے کا انمول ذریعہ ہے جن کے خطباتِ جمعہ اور دیگر پروگرام بچوں بڑوں، بزرگوں عورتوں غرض جماعت کے سب طبقوں کو براہِ راست فیض پہنچا رہے ہیں، بچوں کیلئے خاص طور پہ ایم ٹی اے علم وآگہی اور اخلاقی تربیت کا ایک انمول خزانہ ثابت ہو رہا ہے، اس کے ذریعہ سے مختلف عالمگیر زبانیں سکھانے کے پروگرام، مزیدار صحت بخش کھانوں کی تراکیب، اعلیٰ علمی وادبی ذوق کے حامل مشاعرے، مباحثے، علمی مقابلے، ہومیو پیتھک، ایلو پیتھک طبی معلومات کے پروگرام، مختلف ممالک کی سیر، مذاہب عالم، اسلام پہ اعتراضات کے کافی وشافی جوابات، آنحضور ﷺ کی مقدس سیرت اور احادیثِ مبارکہ، آپ کی ازواج مطہرات اور صحابہ اکرام کی سیرت و سوانح اور پھر اس زمانہ میں آنحضور ﷺ کے روحانی فرزند مسیحِ موعود علیہ السلام کے زندگی بخش فرمودات (ملفوظات) اور تحریرات جو نظم اور نثر کی شکل میں ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روحانی مائدہ کی شکل میں نازل ہو رہی ہیں۔ ایم ٹی اے کے اس روحانی مائدہ کے علاوہ مختلف ملکوں میں ریڈیو کے ذریعہ اسلام کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کا موثر دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ پُرحکمت انداز میں اسلام کی حسین پُر امن تعلیم بھی دُنیا تک پہنچائی جا رہی ہے اور آڈیو، ویڈیو کیسٹس کے ذریعہ بھی بھرپور انداز میں جماعت کا پیغام دوسروں تک پہنچایا جارہا ہے جن میں خلفائے احمدیت اور جماعت کے علماء کی مدلّل و پُر معارف تقاریر اور مجالس سوال و جواب کے انمول خزانے موجود ہوتے ہیں، الحمدللہ کہ ایم ٹی اے اور اِن دیگر ذرائع کی برکت سے نیک فطرت روحیں جوق در جوق اسلام قبول کررہی ہیں اور یہ سلسلہ نظام خلافت کے مزید پھیلاؤ اور دائرہ اثر میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے۔ اہلِ تشیع کی معتبر روایات کے مطابق آنے والے امام مہدی کے پیغام کو مشرق ومغرب کے سب لوگ سنیں گے، چنانچہ ان کی معتبر کتاب بحارالانوار جلد 13 مصنفہ علامہ مجلسی کا ترجمہ علی دُرّانی نے کیا ہے جسے دارالکتب الاسلامیہ طہران نے مہدی موعود کے نام سے شائع کیا ہے اس کے صفحہ 979 پر لکھا ہے" زرارہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ امام مہدی کے ظہور سے آواز آئے گی وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ آواز خاص لوگوں کے لئے ہوگی یا کہ عام ہوگی؟ اس پر آپ نے فرمایا عام "**یسمع کل قوم بلسانهم**"۔ یعنی یہ آواز عام ہوگی اور ہر قوم اسے اپنی زبان میں سنے گی"۔ یہ علامت بفضلِ تعالیٰ آج احمدیت کے حق میں پوری شان وعظمت کے ساتھ مسلم ٹی وی احمدیہ

کے قیام کے ذریعہ پوری ہو چکی ہے۔

نظامِ خلافت کے استحکام اور اس نظام سے زیادہ سے زیادہ ثمرات حاصل کرنے کے لئے بنیادی چیز اطاعت اور اتحاد و اتفاق ہے۔ آنحضور ﷺ نے اس بارہ میں واضح طور پہ یوں خبردار کیا ہوا ہے:

'' مجھے خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے لیکن اس سے ڈرتا ہوں کہ دُنیا میں مبتلا ہو جاؤ اور آپس میں لڑنے لگو۔ پھر تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ جس طرح تم سے پہلے قومیں ہلاک ہوئیں''

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ احد).

نظامِ خلافت کی بقا کا راز اطاعت میں مضمر ہے گویا کہ نظامِ خلافت کی بقا کی اصل کلید اطاعت کی حقیقی روح، اس کا پورا پورا ادراک حاصل کرنے اور اس کے تقاضے پورے کرنے میں ہے۔ جس قدر اطاعت کا معیار بلند ہو گا اُسی قدر نظامِ خلافت مستحکم ہو گا، اس لئے نظامِ خلافت سے عامۃ الناس کو جوڑے رکھنے اور مزید قریب کرنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نظامِ خلافت کے تعلق میں اطاعت کے موضوع پہ کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے تا کہ احبابِ جماعت اس سے فائدہ حاصل کر سکیں اور نظامِ خلافت میں مسابقت کی روح کے ساتھ اطاعت کے اعلیٰ نمونے قائم کر سکیں۔

نظامِ خلافت اور اطاعت

اطاعت اپنی مرضی، خواہش اور ذاتی رائے کو کسی دوسرے کی خاطر چھوڑ دینے اور اُسکی بات پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔ جس کی اطاعت کی جاتی ہے اُسے مطاع کہا جاتا ہے اور اطاعت کرنے والا مطیع یا اطاعت گزار کہلاتا ہے۔ ایک مُلک کے شہریوں پہ اس مُلک کے ٹریفک، ٹیکس اور دیگر جملہ قوانین کی اطاعت لازم ہوتی ہے جبکہ ایک مذہب کے پیرو ہونے کے ناطے اطاعت کا دائرہ تمام تر معمولاتِ زندگی پہ محیط ہوتا ہے۔ خلیفۂ وقت وہ ہستی ہے جس کی اطاعت ہر مومن پر فرض ہوتی ہے، جس قدر کوئی شخص خلیفۂ وقت کا زیادہ اطاعت گزار ہو گا اُسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ مقرب ہو گا۔

کائنات میں ہر پیمانہ پہ اطاعت کی کارفرمائی کا درس

ہماری زمین کروی شکل رکھتی ہے اور ایک خاص رفتار کے ساتھ سورج کے گرد ایک مقررہ فاصلے پہ ایک بیضوی مدار میں چکر لگاتے ہوئے خلا میں مسلسل محوِ پرواز ہے۔ زمین کی گردش کے نتیجے میں سال کے مختلف موسم بنتے ہیں اور مختلف اجناس اور پھل ان موسموں میں پیدا ہوتے ہیں۔ کائنات کے وسیع و عریض نظام کے علاوہ مادے کے چھوٹے سے چھوٹے ذرے ایٹم کو لے لیں جو آنکھ سے نظر تک نہیں آتا اِس میں بذاتِ خود کئی چھوٹے ذرات ہیں۔ پھر ایٹم کے مرکز نیوکلیس کے باہر ننھے منھے الیکٹرانوں کے جُھرمٹ ہوتے ہیں جن کی تعداد ہر مخصوص ایٹم کے سائز کی مناسبت سے کم و بیش ہوتی ہے۔ یہ الیکٹران مختلف مداروں میں ان مداروں کے سائز کے مطابق اپنی تعداد کم یا زیادہ کرتے ہوئے ہمہ وقت محوِ پرواز رہتے ہیں۔ الیکٹران نیوکلیس کے گرد اپنے مداروں میں گھومنے کے علاوہ اور کام بھی بجا لا رہے ہوتے ہیں۔ ان کاموں میں خود گھومنا بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ الیکٹران خاص شرائط کے تحت اپنے مخصوص مدار سے پھلانگ کر دوسرے مداروں میں چلے جائیں اور پھر واپس اپنے مدار میں آ جائیں تو لیزر اور دیگر ایجادات کیلئے بنیادی پلیٹ فارم مہیا ہوتا ہے یہ سب کُچھ ایک نظام اور قانون کی مکمل اطاعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہوتا ہے۔ الغرض چھوٹے بڑے ہر پیمانہ پہ درکار مخصوص نظام کی اطاعت ہو رہی ہے اور انسانیت اس سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ پھر خود انسانی جسم قدرت کی صناعی کا ایک حیرت انگیز شاہکار ہے جس میں مختلف نظام باہمی ہم آہنگی کو بروئے کار لاتے ہوئے کامل اطاعت کے تحت اپنے اپنے مفوضہ کام بجا لا رہے ہوتے ہیں اور انسان صحت مند اور توانا رہتا ہے۔ یونہی کہیں اطاعت میں رخنہ آئے انسان بیمار پڑ جاتا ہے مثلاً کینسر میں انسانی جسم کے بعض خلیے (سیل) جسم کے باقی نظام سے بغاوت کرتے ہوئے از خود بڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور اپنے حصے سے زیادہ خوراک غصب کرتے ہیں اگر ایسے باغی سیلز والے حصہ کا علاج نہ کیا جائے تو پورا انسانی جسم ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس طور پہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی نظام کی بقا اور بہترین کارکردگی کیلئے اطاعت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، ان حقائق سے یہ استدلال کیا جا

سکتا ہے کہ نظامِ خلافت کی بقا اور اس کے توسط سے دینی اور دُنیوی ثمرات حاصل کرنے کے لئے اطاعت لازمی چیز ہے۔

مذہب کے توسط سے اللہ کی اطاعت اور خلفاء کا نظام

اشرف المخلوقات انسان کی پیدائش پہ اللہ کے حکم پہ فرشتے سجدہ ریز ہوئے مگر ابلیس نے سجدہ بجالانے سے انکار کر دیا کہ میں انسان سے افضل ہوں۔ یوں انسانی پیدائش پہ اوّلین مرحلہ اطاعت کا پیش ہوا اور فرمانبرداری فرشتوں کا خاصہ اور نافرمانی ابلیسیت کا دوسرا نام ٹھہرا۔ ابلیس نے انسانوں کو ورغلا نے اور اللہ کی اطاعت کے دائرہ سے باہر نکال کر اپنے ساتھ ملانے کا مشن سنبھال لیا۔ دوسری طرف ابلیس کی بظاہر خوشنما مگر دراصل انتہائی غلیظ ،گندی اور خطرناک چالوں سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء دُنیا میں بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا تا وہ انسانوں کو اللہ کی اطاعت اختیار کرنے کا درس دیں۔ خوش بخت انسان انبیاء کی آواز پہ لبیک کہہ کر اللہ کی اطاعت اختیار کرتے ہوئے اُن کی جماعت میں شامل ہوتے رہے۔ دوسری طرف شیطان اور اُسکے پیرو مسلسل اپنی کوششوں میں سرگرداں رہتے رہے کہ انبیاء کی جماعت کے لوگوں کو بہلا پھسلا کر اللہ کی اطاعت کے دائرہ سے باہر نکال سکیں۔ انبیاء اپنی جماعتوں کو مسلسل درسِ اطاعت دیتے رہے ہیں۔ انبیاء کی وفات کے بعد اُن کی قائم کردہ جماعت کے خلفاء اور آگے درجہ بدرجہ سب عہدہ داران اس جماعت کے جملہ افراد کو دائرہ اطاعت کے اندر رہنے کا درس دیتے رہے۔ انبیاء کی جماعتوں کی طرف سے ساتھ تبلیغی کوششیں بھی جاری رہیں جن کا ایک اور مقصد مزید لوگوں کو ابلیس کے چنگل سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جُوئے کے نیچے لانا رہا۔ دُنیا کے سبھی مذاہب اپنے اپنے علاقہ اور وقت میں یہ مشن لیکر آتے رہے ہیں یہاں تک کہ دُنیا ایک عالمگیر اور دائمی مذہب کی پیاس محسوس کرنے لگی۔ تب اللہ تعالیٰ نے وہ پیارا مذہب اپنے محبوب رسول ھادیٔ دوجہاں محمد مصطفےٰ ﷺ کے ذریعہ اسلام کی شکل میں نازل کیا۔ اب اللہ تعالیٰ کی اطاعت ھادیٔ دوجہاں ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے حقیقی مسلمان بننے سے مشروط ہے۔ دُنیوی اُمور میں مُلکی قوانین پہ عمل کرنا اطاعت کی ایک شکل ہے لا مذہب اور دُنیادار شخص عموماً ایسی اطاعت سزاؤں اور جرمانوں سے بچنے کیلئے کرتا ہے جبکہ ایک مسلمان ایسی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت گردانتے ہوئے بجالاتا ہے۔

خلافت کے توسط سے کی جانے والی اطاعت کا مقام ومرتبہ

دینِ فطرت اسلام جو سب علاقوں اور سب زمانوں کیلئے ہے یہ انسانوں کو ابلیس کے گندے باغیانہ حملوں سے بچانے اور ہر قسم کے خطرات کے طوفانوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حسین دائرہ میں لانے کی غرض سے نازل ہوا ہے۔ اسلام کا عربی ماخذ سَلِمَ ہے جس کے معنی امن، خالص پن، فرمانبرداری اور اطاعت کے ہیں۔ مذہبی اصطلاح میں اسلام کا مطلب اللہ کی رضا پہ سر جھکا لینا اور اللہ کے احکام کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ چونکہ انسان سے کمزوریوں اور خطاؤں کے سرزد ہونے کا احتمال ہمیشہ رہتا ہے لہٰذا قدم قدم پہ وہ اللہ تعالیٰ کے رحم اور مغفرت کا حاجت مند ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات جو قُرآنِ کریم اور احادیث میں مذکور ہیں اُن پہ عمل کرنا اللہ کی اطاعت میں آنے کا ہی نام ہے اور جو لوگ شب وروز ہر معاملہ میں کامل طور پہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل وکرم کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ ہر شخص کا اطاعت اختیار کرنے کا معیار مختلف ہوتا ہے اِسی معیارِ اطاعت کی مناسبت سے ہر شخص الٰہی انعامات کا مورد بنتا ہے۔ اطاعت وفرمانبرداری کے تمام طریق اور تفاصیل کا اوّلین ماخذ ومنبع اللہ تعالیٰ کا پاک کلام قُرآنِ مجید ہے پھر پیغمبرِ اسلام کا نمونہ اور فرمودات جو سنت وحدیث کی شکل میں ہیں وہ سب اطاعت کا مجسم درس ہیں۔

خلیفہ وقت کی اطاعت رضا کارانہ ہے اور اس کا محرّک جذبۂ ایمانی اور محبتِ الٰہی ہے

دُنیوی معاملات میں اطاعت عموماً کسی کے ڈر، رعب یا کسی وقتی لالچ وغیرہ کی بناء پہ باعثِ مجبوری ہوا کرتی ہے۔ مگر اسلام میں اطاعت کا جو تصور ہے وہ یکسر مختلف ہے۔ اسلام میں اطاعت اگرچہ ایک بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتی ہے مگر اس ضمن میں کسی قسم کے جبر روا رکھے جانے کا کوئی سوال پیدا نہیں

ہوتا۔ ایمانیات اور عبادات کے ضمن میں عدم اطاعت کی صورت میں کسی بدنی سزا کا کوئی ادنیٰ سا تصور بھی اسلام میں نہیں ہے۔ ہاں البتہ مومنین کو خبردار کرنے اور یاد دہانی کرانے کی غرض سے اطاعت کی ضرورت، حکمت اور برکات سے ضرور آگاہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

'' تو کہہ ! اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو پس اگر وہ پھر جائیں تو اِس (رسول) پر صرف اس کی ذمہ داری ہے جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے اور تم پر اس کی ذمہ داری ہے جو تمہارے ذمہ لگایا گیا ہے اور اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو صرف بات کو کھول کر پہنچا دینا ہے''۔

(سورہ النور۔ آیت 55)

''جو رسول کی اطاعت کرے تو سمجھو کہ اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو لوگ پیٹھ پھیر گئے تو یاد رہے کہ ہم نے تجھے اُن پہ نگہبان بنا کر نہیں بھیجا''

(سورۃ النساء: 81)

ان آیات میں رسول کی اطاعت کا جو ذکر آیا ہے وہ سب خلیفہ کی اطاعت پہ بھی اطلاق پاتا ہے کیونکہ رسول کے بعد خلیفہ اُس کا جانشین ہوتا ہے۔

خلیفہ وقت کی اطاعت کا دائرہ کار اور برکت

نیکی اور اچھائی کی باتوں کے علاوہ روزمرہ کے معاملات میں بھی اطاعت لازم ہے لیکن اگر کوئی حاکم یا عہدہ دار کسی ایسی بات کا حکم دیتا ہے جو معصیت پہ مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے زُمرہ میں آتی ہے تو ایسی صورت میں اطاعت کرنی غیر واجب ہو جاتی ہے کیونکہ ایسی بات پہ عمل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرہ سے باہر نکلنے کے مترادف ہوگا۔ حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا امام کی اطاعت اور فرمانبرداری ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے خواہ وہ امر اس کیلئے پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ جب تک وہ امر معصیت نہ ہو لیکن جب امام کھلی معصیت کا حکم دے تو اس وقت اسکی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کی جائے۔

(ابو داؤد کتاب الجھاد باب فی الاطاعۃ)۔

اطاعت کے نتیجہ میں روزمرّہ کے جملہ اُمور کے فیصلے قرآن وسُنت کی روشنی میں متفقہ طور پہ طے پاتے ہیں، ذاتی وانفرادی مفادات کی بجائے قومی اور اجتماعی مفادات کا خیال رکھا جاتا ہے اور صبر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتے ہوئے باہمی اتفاق واتحاد سے طاقت وقوت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس عدم اطاعت کے نتیجہ میں سب طاقت ورعب جاتے رہتے ہیں اور مایوسی ہاتھ آتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتے رہا کرو اور آپس میں اختلاف نہ کیا کرو (اگر ایسا کرو گے) تو دل چھوڑ بیٹھو گے اور تمہاری طاقت جاتی رہے گی اور صبر کرتے رہو اللہ یقیناً صبر کرنے والوں کیساتھ ہے۔''

(سورۃ الانفال۔ آیت 47)

نظامِ خلافت میں اطاعت کا اجر

اطاعت کے اجر کا انحصار اطاعت کے محرک پہ ہوتا ہے۔ اطاعت کے محرکات مختلف ہوسکتے ہیں۔ اطاعت جبری ہوسکتی ہے جیسے ایک قیدی یا غلام اپنے مالک کی اطاعت پہ مجبور ہوتا ہے۔ ایک شخص اگر کسی کی اطاعت کرتا ہے تو اُسکی اطاعت اپنی دلی رضا اور ذاتی خوشی کی بناپہ بھی ہوسکتی ہے تا جس ہستی کی اطاعت کی جاتی ہے اُسکا مزید پیار اور رضا حاصل ہو یا پھر وہ شخص اس لئے اطاعت کرنے پہ مجبور ہوگا کہ عدم اطاعت کی صورت میں سزا کا خوف دامنگیر ہوگا۔ بعض صورتوں میں اطاعت کا محرک محض وقتی لالچ اور فائدہ کا حصول ہوا کرتا ہے۔ کسی ہستی کی اطاعت اُسکی محبت وعشق میں مست ہوکر طبعی جوش و جذبہ اور ذاتی خوشی سے کرنے کی مثال اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء کی جماعتوں میں شامل ہونے اور اُن جماعتوں کے نظام میں خلیفہ وقت اور اُس کے بنائے ہوئے نظام کی اطاعت کی صورت میں ہوتی ہے۔

اطاعت کا بے مثال درس پنجوقتہ نماز

اطاعت وفرمانبرداری کا بہترین اظہار نمازِ باجماعت میں ہوتا ہے۔ نماز اطاعت وفرمانبرداری کا عملی درس دیتی ہے۔ نماز میں امام کی کامل پیروی میں سب نمازی ہر رکنِ نماز بجالاتے ہیں۔ پانچوں وقت کی ہر نماز، ہر نماز کی ہر

رکعت اور ہر رکعت کا ہر رکن جیسے قیام، رکوع، سجدہ اور باقی سب ارکان ہیں جو نمازی کو روز مرّہ اُمورِ حیات میں اطاعت و فرمانبرداری کی طرف متوجہ کرتے ہیں ۔ یہ نماز ہے جو ارکانِ اسلام میں سے ایک ایسی چیز ہے جو مسلمان اور کافر میں تمیز کرتی ہے اس طور نماز کو اس کی اصل روح کے ساتھ پڑھنے والے لوگوں پہ یہ عیاں ہوتا ہے کہ اطاعت مسلمان کی اور عدم اطاعت کافر کی پہچان ٹھہرتی ہے، اب جو شخص نمازیں باقاعدہ پڑھے مگر خلیفہ وقت کی اطاعت سے لاپرواہ ہو تو اُس کی نمازیں لاحاصل ہیں جیسا کہ قرآن کریم وضاحت کرتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ

(سورۃ الماعون، آیت 6,5)

اور اُن نمازیوں کے لئے بھی ہلاکت ہے، جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں ۔

تقویٰ اور اطاعت' باہمی تعلق

مذہب اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس پہ عمل دُنیوی اور اُخروی فلاح کا ضامن ہے جو تقویٰ کے بجز ممکن نہیں ہے ۔ لہٰذا اسلام کا اصل حاصل اور مغز تقویٰ ہے اگر یہ حاصل نہیں ہوا تو لاف و گزاف کے سوا کچھ نہیں ۔ جیسا کہ مسیحِ پاک ؑ فرماتے ہیں:

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

(درثمین اُردو)

جہاں تک تقویٰ کا تعلق ہے یہ اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا ۔ تقویٰ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرتے ہوئے بنی نوع انسان کے حقیقی خادم بننے کے نتیجہ میں عطا ہوتا ہے ۔ رسولِ کریم ﷺ سے پہلے انبیاء بھی تقویٰ اور اطاعت کی طرف بھرپور توجہ دلاتے رہے ہیں ۔ قرآن کریم ان مضامین سے مزّین ہے ۔ حضرت نوح ؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالح ؑ، حضرت لوط ؑ، حضرت شعیب ؑ بھی اپنی اپنی قوموں کو فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۔ (پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو) کا درس دیتے رہے ۔

(سورۃ الشعرآء 111، 133,127،.145،151،164،180)۔

خلیفہ وقت کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

اسلام کی نشاۃِ اولیٰ کے دور میں مسلمانوں نے اپنے خالق و مالک مولا کریم کی اطاعت اختیار کرتے ہوئے اُسوۂ رسول ﷺ پہ عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں بے مثال اور حیرت انگیز دینی اور دُنیوی ترقیات حاصل کیں، وہ ایک ادنیٰ اشارہ پہ اپنا سب کچھ فدا کرنے پہ تیار بیٹھے ہوتے تھے اور اطاعت میں مسابقت کی انمٹ تاریخ رقم کر گئے ۔ وقت گزرنے کے ساتھ اطاعت کا معیار کمزور پڑتا گیا اور اسلام بتدریج انتہائی کمزوری کی حالت کو پہنچ گیا ۔ تب چودھویں صدی میں رسولِ کریم ﷺ کی پیشگوئیاں جو اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر کی گئی تھیں پوری ہوئیں اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے امام مہدی علیہ السلام دُنیا میں تشریف لائے جن کا مشن انسانوں کو اللہ کی اطاعت کے جوئے میں لانا تھا ۔ ان پیشگوئیوں کے مطابق مسلمان علماء کی اکثریت نے مخالفت میں بھرپور زور مارا اور لوگوں کو امام مہدی علیہ السلام سے دور رکھنے کی مذموم کوششوں میں سر دھڑ کی بازی لگا دی ۔ اِن علماء نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بجائے ابلیس کی خصلت اپنائی اور دوسروں کو اپنا ہمنوا بنانے اور ابلیس کے ٹولے میں شامل کرنے کی کوششیں کیں اور آج بھی انہی مذموم کوششوں میں اپنی جانیں ہلکان کر رہے ہیں ۔ جبکہ نیک فطرت اور سعید روحیں مہدیٔ موعودؑ کی جماعت میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرتی جا رہی ہیں ۔ اس خوش نصیب گروہ میں شامل لوگوں میں جس کا اطاعت کا معیار جتنا بلند ہوگا اُسی نسبت سے وہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبوب اور مقبول بنتا جائے گا ۔ اس مقدس قافلہ میں اطاعت کے ایسے بیمثال نمونے ملتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے حضرت مولوی حکیم نورالدین ؓ جن کو سیدنا مہدیٔ موعودؑ کے اوّلین جانشین ہونے کا اعزاز ملا اُنکی زندگی اس پہلو سے ایک درخشاں مثال ہے وہ اطاعت کے ضمن میں فرماتے ہیں ۔ '' چاہئیے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میّت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے ۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مُردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کیساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں

انجن کیساتھ اور پھر دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں''۔

(خطباتِ نور صفحہ131)۔

اطاعت کی اصل روح اور تقاضے

اِس زمانہ کے حَکم اور عدل سیدنا مسیح موعود علیہ السلام جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور اُسکے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت ہے اور آج سب دینی و دُنیاوی برکات اُنکی اطاعت سے وابستہ ہیں اطاعت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

'' کیا اطاعت ایک سہل امر ہے؟ جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔ حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں جس میں کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو بند کرلو اور دوسرا کُھلا رکھو''۔

(ملفوظات جلد4صفحہ 74) ۔

'' اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سہل امر نہیں یہ بھی ایک موت ہوتی ہے۔ جیسے ایک زندہ آدمی کی کھال اتاری جائے ویسی ہی اطاعت ہے''

(الحکم جلد6. نمبر 39 صفحہ 10. 31 اکتوبر 1902)۔

خدا کے پیارے مسیح کی پیاری جماعت میں شامل ہونے کا یہ اوّلین تقاضا ہے کہ ہم اپنے اندر اطاعت کی وہ روح اور شان پیدا کریں جو اِس مقدس مسیحِ پاکؑ نے بیان کی ہے۔ اِس خوش قسمت جماعت میں مسیحِ موعودؑ کے جانشین خلفائے احمدیت کی اطاعت عین اُسی طرح واجب ہے جس طرح خود سیدنا مسیحِ موعودؑ کی اطاعت۔ ایٹم کا مرکز نیوکلیس ہوتا ہے جس کے گرد الیکٹران گردش کررہے ہوتے ہیں اِسی طرح دینی نظام میں خلیفہ وقت کی مرکزی حیثیت ہے اور ہم سب کو اس مرکزی ذات کے ساتھ اپنا ذاتی کامل اطاعت کا تعلق قائم کرنا چاہیئے اور اُن کے ہر ارشاد کو جان و دل سے سُننا اور اُسپر عمل کرنا چاہیئے۔ مسیحِ پاک کی اس جماعت کا ہر عہدہ دار خلیفۂ وقت کا نمائندہ ہوتا ہے جس کی اطاعت خلیفۂ وقت کی اطاعت ہے۔ لہٰذا اس خوش قسمت جماعت میں شامل ہونے والے ہر فرد کا بنیادی فرض ہے کہ وہ ہر عہدہ دار کی اطاعت کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنائے کیونکہ اِس اطاعت میں سب افرادِ جماعت کی روحانی بقا اور ترقی کا راز مضمر ہے۔

نظامِ جماعت میں عہدہ داران جماعت کا اطاعت کے ضمن میں کلیدی کردار

نظامِ جماعت میں خلیفہ وقت کی حیثیت مرکز کی ہے۔ جماعت بفضلِ تعالیٰ دُنیا کے تمام خطوں میں دن بدن وسعت حاصل کرتی جارہی ہے اب ہر فردِ جماعت کا ہمہ وقت کا قریبی جسمانی تعلق خلیفہ وقت سے ممکن نہیں ہے نظامِ جماعت میں عہدہ داروں کا نظام اس کمی کا ازالہ کرنے کی کوشش کا نام ہے اس طور عہدہ داروں کی اطاعت دراصل خلیفۂ وقت کی اطاعت ہے جو دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اس طور عہدہ داروں کی اطاعت اور اُن کے احترام میں سُستی معمولی چیز نہیں لہٰذا اس پہلو سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے والی بات ہوگی کیونکہ عہدہ داران براہِ راست خلیفہ وقت کے نمائندے ہیں۔ عہدہ دار باقی سب لوگوں کی طرح عام انسان ہیں اور جس طرح باقی لوگوں سے بعض غلطیاں ہو جاتی ہیں اِسی طرح عہدہ داروں سے بھی ہوسکتی ہیں اگر کوئی شخص یہ سمجھنا شروع کردے کہ عہدہ دار کمزوریوں اور غلطیوں سے مبرا ہونے چاہئیں تو وہ ایک بنیادی غلطی کا شکار ہے۔ عہدہ داروں سے بھی دیگر افرادِ جماعت کی طرح بحیثیت انسان کمزوریاں اور لغزشیں ہوسکتی ہیں۔ اب بعض لوگ کسی وجہ سے ایک عہدہ دار کو پسند نہ کرتے ہوں تو عہدہ دار کی معمولی سی غلطی اُن کو بہت بڑی نظر آتی ہے جبکہ اچھائی کی خاصی بڑی بات بھی اُن کو معمولی اور چھوٹی نظر آتی ہے لیکن اگر وہ کسی عہدہ دار کو پسند کرتے ہوں تو اُس عہدہ دار کی ہر چھوٹی سی اچھی بات اُن کو بہت بڑی نظر آتی ہے جبکہ بُری بات اگرچہ خاصی بڑی بھی ہو مگر اُن کو بہت چھوٹی اور معمولی نظر آتی ہے یہ طرزِ عمل ہر دو صورتوں میں درست نہیں ہے۔ بعض عہدہ دار اپنے اور بعض مخصوص افراد کے علاوہ دیگر خدمت کرنے والے افراد کو جماعتی کام کرنے کے مواقع سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ مبادا کل کلاں کو دوسرے افراد ان کی جگہ نہ لے لیں۔ یہ ایک بیمار ذہنیت کی علامت ہوتی ہے اور ایسے افراد کا انجام کبھی بھی اچھا نہیں ہوتا۔ روزمرّہ کے تمام اُمور میں عام طور پہ اور جماعتی اُمور میں خاص طور پہ

تمام افرادِ جماعت بشمول عہدہ دارانِ جماعت کے سب کو ذاتیات اور انفرادی پسند ناپسند سے بالاتر ہو کر وسیع تر اجتماعی مفاد کو پیشِ نظر رکھ کر سوچنا چاہیئے ۔نظامِ جماعت کی اطاعت دراصل اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کی ذیل میں آتا ہے لہٰذا عہدہ داروں کی اطاعت کے سلسلہ میں سمعنا و اطعنا یعنی ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی کا سنہری مومنانہ اصول(سورۃ البقرۃ: 2.86) اپنانا چاہیئے ۔اطاعت میں کمزوری یا عدم اطاعت کے اسباب پہ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک اہم وجہ تکبر ہے جو ایک شیطانی خصلت ہے ۔ (سورۃ البقرۃ:35) . تکبر اپنی ذات کی بڑائی کے زعم میں مبتلا ہونے کے علاوہ جس کی اطاعت کرنی ہو اُس کے متعلق منفی خیالات کی وجہ سے بھی جنم لیتی ہے ایسے خیالات علم، مال و دولت ، ذات پات ،شہریت وغیرہ کی فضولیات کے ذہن میں ہونے کی وجہ سے جنم لے سکتے ہیں ۔اسلام ایسی سب لغویات کی بیخ کنی کرتا ہے اور سرِ تسلیم خم کرنے کی ہدایت دیتا ہے ۔حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ نے موثر فصیح و بلیغ انداز میں ہمیں وعظ فرمایا جس سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور دل ڈر گئے ۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ! یہ تو الوداعی وعظ لگتا ہے آپ کی نصیحت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، بات سنو اور اطاعت کرو خواہ تمہارا امیر ایک حبشی غلام ہو ۔(ترمذی کتاب العلم، باب الاخذ بالسنة) . بعض لوگ فطرتاً اطاعت کے پیکر، مؤدب اور ادنیٰ اشارہ پہ سرِ تسلیم خم کرنے والے ہوتے ہیں اور عموماً اپنی کوئی رائے ہی نہیں رکھتے اور دوسروں پہ انحصار کرنے اور دوسروں کی اطاعت کرنے کی پالیسی پہ گامزن رہتے ہیں جبکہ بعض فطرتاً آزاد منش ہوتے ہیں اور اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں وہ نقصان اور تکلیف بخوشی برداشت کرلیں گے مگر اپنے خود ساختہ اُصولوں کے خلاف کسی کی اطاعت پہ تیار نہیں ہوں گے ۔یہ دو انتہائیں ہیں اور اسلام ان کے بین بین رہنے کی تعلیم دیتا ہے ۔جب کہیں عہدہ داروں سے اختلاف ہو تو مناسب ذرائع سے اور احسن طریق پہ اس اختلاف کا اظہار صرف متعلقہ افراد سے کیا جانا چاہیئے اور خواہ مخواہ غیر متعلق لوگوں سے ایسی باتوں کا ذکر قطعاً نہیں ہونا چاہیئے ۔عہدہ داران کا بھی فرض ہے کہ وہ طبائع میں موجود اختلاف کے باوجود ہر ایک سے یکساں طور پہ اطاعت کی توقع نہ رکھا کریں بلکہ پیار و حکمت سے معاملات کو حل کرنے کی کوشش کیا کریں ۔

عہدہ داران کے اخلاق کا نظامِ جماعت میں معیارِ اطاعت پہ اثر

جماعت کے بعض عہدے دار اطاعت کے ضمن میں بات کرتے ہوئے اُن بے مثال نمونوں کا ذکر کرتے ہیں جو اسلام کی نشاۃ اولیٰ کے دور میں رسولِ کریم ﷺ کے صحابہ کی طرف سے اطاعت کے ضمن میں آنکھ کے اشارہ پہ جان و دل نچھاور کرنے کی تاریخ رقم ہوئی یا پھر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے دور میں مسیحِ پاکؑ کے صحابہ کے بے مثال نمونوں کا ذکر کیا جاتا ہے ۔اطاعت کے اِن بے مثال نمونوں کے ضمن میں ایک اہم پہلو کی طرف توجہ دینا بہت ضروری ہے کہ اُن اطاعت کرنے والوں نے بلا کسی تحریک و تلقین کے اطاعت کے یہ بے مثال نمونے دکھائے ۔اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اُن کی اطاعت کا اصل محرک بے پناہ محبت کا وہ نا قابلِ بیان جوش و جذبہ تھا جو اُن کے مطاع کی شخصیت اور کردار کی وجہ سے اُن کے دل و دماغ میں موجزن تھا وہ جس ہستی کی اطاعت میں کھوئے گئے اور آنے والی نسلوں کیلئے نمونے یادگار چھوڑے اُس ہستی کو اُن سے اس قدر ہمدردی اور محبت تھی کہ کسی دُنیوی پیمانہ سے اُس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے وہ ہستی اُن سے حقیقی اولاد سے بڑھ کر پیار کرتی اور روزمرّہ مسائل میں اُن کیلئے سب سے اوّلین اور سب سے بھرپور مدد اور راہنمائی کا منبع ہستی تھی وہ اُن کی پریشانیوں پہ خود اُن سے زیادہ پریشانی اور تکلیف میں مبتلا ہونے والی ہستی تھی ۔اس بے مثال محبت اور رحمت کے سلوک کے نتیجہ میں وہ لوگ اپنی مطاع اور محبوب ہستی کی محبت میں اس قدر کھوئے گئے کہ اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور دیگر عزیزوں کی محبتوں پر اُن کی محبت غالب آ گئی اور اس لازوال محبت و عشق کے جذبہ کے تحت وہ اطاعت کے انمٹ نقوش رقم کر گئے ۔عہدہ داران جماعت کو چاہیئے کہ وہ اطاعت و فرمانبرداری کی درخشاں مثالوں کے اس پہلو پہ بھی غور کیا کریں اور کوشش کریں کہ وہ احبابِ جماعت کے اوّلین مونس و غمگسار اور ہمہ تن ہر پہلو سے اُن کی فلاح و بہبود کے متلاشی ہوں ۔اگر کبھی کسی فردِ جماعت سے کسی کام میں لغزش یا سُستی ہو جائے تو وہ پیار و حکمت کیساتھ سمجھاتے ہیں اور ہر ممکن

چشم پوشی سے کام لیتے ہیں کیونکہ عدم اطاعت کی تشہیر مزید لوگوں کو عدم اطاعت کی طرف مائل کرسکتی ہے۔ وہ ہر اہم معاملہ میں کسی حتمی نتیجہ پہ پہنچنے اور فیصلہ کرنے سے قبل احبابِ جماعت سے لازماً مشورہ کرلیا کرتے ہیں۔ بظاہر مشورہ دینے اور اطاعت کرنے کا جوڑ نظر نہیں آتا کیونکہ اطاعت کرنے والا مشورہ نہیں دیا کرتا لیکن دراصل حقیقی اطاعت جو طبعی جذبہٗ فدائیت کے تحت ہوتی ہے اُس کا معیار بلند کرنے کیلئے مشورہ لیا جانا ضروری ہے قبل اس کے کہ دوسری طرف سے شکوہ پیدا ہو کہ اُن سے مشورہ نہیں کیا گیا اور اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مشورہ لینے کو عمومی طرزِ عمل کے طور پہ اپنایا جائے اور ہر صائب مشورہ کو تشکر کے جذبات کیساتھ قبول کیا جائے قطع نظر اسکے کہ وہ مشورہ عہدہ دار کی ذاتی رائے اور پسند کے برعکس ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(ترمذی کتاب الجهاد، باب ما جاء فی المشورة)

اطاعت نظامِ جماعت کا اولاد کی تربیت میں اہم کردار

موجودہ دور میں جب ہمارے اردگرد الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے علاوہ بچوں کے تعلیمی اداروں کا ماحول بھی بُری طرح سے زہر آلود ہے اور ناقابلِ بیان حد تک خطرناک ہو چکا ہے تو ایسے میں بچوں کو ماحول کی آلودگی کے گندے اثرات سے بچانا اور اُن کی ایسی تربیت کرنا کہ وہ صالح اور متقی انسان بن جائیں والدین کیلئے بہت بڑا چیلنج بن چکا ہے۔ ایسے میں کہیں کوئی اُمید اور روشنی کی کرن نظر آتی ہے تو وہ صرف پیارے مسیحِ موعودؑ کی پیاری جماعت کا نظام ہے۔ اگر بچے اس نظام سے بھرپور استفادہ کر رہے ہوں اور ہر جماعتی پروگرام میں باقاعدہ شرکت کرتے ہوں تو وہ ماحول کے ضرررساں اثرات سے محفوظ ہوسکتے ہیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ بعض افراد جماعت اور اُن کے بچے ماحول کی آلودگیوں سے پوری طرح محفوظ نہیں ہیں اور خصوصاً اُن کے بچے ماحول سے دن بدن متاثر ہو رہے ہیں۔ اس افسوسناک صورتِ حال پہ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایسے لوگ خود اور پھر خصوصاً اُن کے بچے نظامِ جماعت کی اطاعت وفرمانبرداری میں سُست اور لاپرواہ ہیں۔ اس ضمن میں اہم بات بچوں کیلئے اپنے عمل سے نظامِ جماعت اور عہدہ دارانِ جماعت کی اطاعت اور محبت کا نمونہ پیش کرنا ہے۔ ایک اور انتہائی اہم بات جو اگلی نسل کیلئے ایک زہر قاتل ہے جو اُنکو اطاعت گزار بننے سے نہ صرف روکتی ہے بلکہ عہدہ دارانِ جماعت کے خلاف باغیانہ اور نفرت آمیز روش پیدا کرتی ہے وہ گھر میں بچوں کی موجودگی میں عہدہ دارانِ جماعت کے خلاف باتیں کرنا ہے یہ ایک بہت گھناؤنے جرم کا ارتکاب ہے اور بچوں کو نظامِ جماعت سے کاٹ کر دور کرنے اور ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔ بچوں کے معصوم ذہن اس گندی حرکت کی وجہ سے عہدہ داران جماعت کے خلاف نفرت سے بُری طرح سے بھر جاتے ہیں اور بچے ایسی صورتوں میں ضائع ہوجاتے ہیں لہٰذا اس خطرناک غلیظ اور گھٹیا حرکت سے ہر فردِ جماعت کو مکمل طور پہ اجتناب برتنا چاہئیے۔ نظامِ جماعت کی اطاعت وفرمانبرداری کا مفہوم یہ ہے کہ عہدہ دارانِ جماعت کی راہنمائی میں تمام جملہ جماعتی اُمور سرانجام دیئے جائیں اور ہر جہت سے اطاعت کی جائے کیونکہ نظامِ جماعت عہدہ دارانِ جماعت کی ہدایات ہی کا نام ہے۔ تمام افرادِ جماعت کو اخلاص اور قومی درد کے جذبہ کیساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر جماعتی خدمات بجالانے کی کوشش کرتے رہنا چاہئیے۔ مولا کریم و قادر سب عہدہ دارانِ جماعت اور احبابِ جماعت کو نظام جماعت کی اطاعت کی اصل روح کو سمجھ کر عاجزی انکساری کیساتھ جماعت کے کامل اطاعت گزار بن کر مقبول خدماتِ دینیہ بجالاتے رہنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

نظامِ خلافت کے استحکام کے لئے جماعت کا باہمی پیار ومحبت کا معیار بہت بلند ہونا چاہئیے، مذاہب کی تاریخ اس بات پہ شاہد ہے کہ خلافت کو جب بھی سنگین خطرات لاحق ہوئے یا بدقسمتی سے خلافت کا خاتمہ ہوا یہ باہمی اختلافات اور خلافت کے نظام کی عدم اطاعت کے باعث ہوا۔ خلافت اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا انعام ہے جو دین کی تمکنت کا ذریعہ بنتا ہے جس کا وعدہ آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، نظامِ خلافت کا عطا کیا جانا ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ بجالانے سے مشروط ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب افراد جماعت احمدیہ کو خلیفہ وقت اور اُسکے مقرر کردہ نظام کی اطاعت کرتے ہوئے مسیحِ موعود علیہ السلام کے درختِ وجود کی سرسبز شاخیں بنائے اور نظامِ خلافت کا پُرعافیت سایہ تاقیامت ہم پر قائم رکھے۔ آمین۔

☆......☆......☆......☆

برکاتِ خلافت

مظفر احمد دُرّانی، مربی سلسلہ ربوہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

(سورۃ النور:56)

اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے اس قدر محبت و پیار کرتا ہے کہ بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لئے انبیاء و خلفاء کو دنیا میں بھیجتا ہے تا کہ حسبِ ضرورت ان کی رہنمائی اور اصلاح کی جا سکے یہ سلسلۂ ہدایت ابتدائے انسانیت سے جاری ہے اور عالم الغیب خدا جانتا ہے کہ کب تک اس انعام و فیض کے چشمے جاری و ساری رہیں گے۔

1: قیامِ خلافت

اللہ تعالیٰ کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے روحانی فرزندِ موعود حضرت مسیح پاک علیہ السلام بھی وقت پر احیائے اسلام کے لئے مبعوث ہوئے۔ آپ کے واپس جانے کا بھی ایک موسم تھا تا اللہ تعالیٰ دوسری قدرت کو دنیا میں بھیجتا۔ اس کے باوجود آج سے ٹھیک سو سال قبل 26 مئی 1908ء کا دن جماعت احمدیہ کے لئے بہت بھاری تھا۔ جب امام الزمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہو گئے۔ اس انتہائی آزمائش اور گہرے صدمے کے وقت تقدیرِ الٰہی نے 27 مئی 1908ء کے تاریخی دن مسیح محمدی کے ہاتھوں قائم ہونے والی جماعت کو پیش گوئیوں کے مطابق خلافت کی نعمت سے نوازا۔ مومنوں کے غمزدہ دلوں کو سہارا دیا اور ترقی اسلام کی ایک نئی بناء ڈالی۔ خلافت کے قیام کے ذریعے وعدۂ الٰہی کا پورا ہونا ہی سب سے پہلی برکتِ خلافت ہے ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

2: ایمان کی تصدیق

وعد اللہ الذین امنوا منکم... کے مطابق مسلمانوں کی جس جماعت میں خلافت قائم ہوگی۔ وہی جماعت خدا کے نزدیک صحیح ایمان پر قائم ہوگی۔ دنیا کے لوگ اپنے ایمان کی سندیں مفتیوں اور اسمبلیوں سے ڈھونڈتے پھرتے ہیں مگر خلافت کی صورت میں سچی مسلمانی کا آسمانی اور الٰہی سرٹیفیکیٹ اس جماعت کے پاس ہوگا جس میں نظامِ خلافت موجود ہوگا اور آج یہ نعمت

خلافت کی صورت میں صرف اور صرف جماعت احمدیہ کو حاصل ہے ۔اس لئے ہمیں اپنے ایمان کے ثبوت کے لئے کسی دنیاوی سند کی ضرورت نہیں ہے اور نہ فتاویٰ کفر کی کچھ پرواہ۔کیونکہ ہمارے ایمان کی تصدیق ہم میں قیامِ خلافت کی صورت میں ہمارا خدا کر رہا ہے۔

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمرم

ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ خدا کے عشق کے بعد ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانے اور مستانے ہیں۔

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اگر خدا سے عشق و محبت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واحترام کفر ہے، خدمتِ دین اور اشاعتِ قرآن کفر ہے، راہ مولیٰ میں جان و مال کی قربانیاں کفر ہے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا پرچار کفر ہے تو خدا کی قسم ہم سب سے بڑے کافر ہیں اور یہی وہ کفر ہے جو خدا کے نزدیک سب سے سچا اور سُچا اسلام اور ایمان ہے اور اسی پر ہم نازاں ہیں۔

3: اعمالِ صالحہ کی توثیق

ہر مذہب وملت کے لوگ اپنے انداز اور سوچ کے مطابق نیک اعمال بجالاتے ہیں۔اکثر اوقات انکے اعمال کا رخ مختلف سمتوں کی طرف ہوتا ہے۔ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ خلافت کی صورت میں یہ برکت ظاہر کرتا ہے کہ آج وہی جماعت اور افراد اعمالِ صالحہ سے وابستہ قرار پائیں گے جن میں نظام خلافت رائج ہو چکا اور جو خلافت سے محبت واطاعت کا رشتہ اُستوار کر چکے۔ ہوتا یوں ہے کہ شمعِ خلافت کے پروانے اپنا سب کچھ دربارِ خلافت میں یہ عرض کرتے ہوئے پیش کر دیتے ہیں کہ اگر جان کی قربانی مانگی گئی تو دے دیں گے۔اولاد کی قربانی کی ضرورت ہوگی تو اولاد قربان کر دیں گے۔مال،عزت اور وقت کا مطالبہ کیا گیا تو حاضر کر دیں گے۔پس خلیفۂ وقت کی رہنمائی میں کئے گئے اعمال ہی خدا کے نزدیک اعمالِ صالحہ قرار پاتے ہیں۔پس میرے بھائیو! مبارک ہو تم کہ خلافت سے وابستگی کے نتیجہ میں تمہارے اعمال و کردار کو خدائی تائید و توثیق حاصل ہے۔اسی لئے تو علامہ اقبال نے بھی بے اختیار گواہی دی تھی ''کہ اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ جس جماعت کی صورت میں نظر آتا ہے وہ فرقہ احمدیہ ہے۔''

4: خدائی انتخاب اور قبولیتِ دعا

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ... کہہ کر اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کے انتخاب کو اپنے ہاتھ میں رکھا۔چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ اس سلسلے میں اس برکتِ خلافت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ جس کو منصبِ خلافت پر سرفراز کرتا ہے اُس کی دعاؤں کی قبولیت بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے''

(انوار العلوم جلد دوم صفحہ47)

یعنی خلافت کی ایک عظیم الشان برکت یہ ہے کہ احبابِ جماعت کے حق میں خلفاء کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔چنانچہ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

☆زبان سے نکلتے ہی بخار اتر گیا

مولانا عبدالمالک خان صاحب سابق ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ فیروز پور، انڈیا میں تعینات تھے کہ ان کی بیوی کے ہاں ولادت کے بعد سخت بخار کا حملہ ہوا جو جان لیوا ثابت ہوسکتا تھا۔آپ نے اپنی بیوی کو انتہائی تکلیف میں ہسپتال میں چھوڑا اور خود قادیان جا کر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔اس وقت مکرم حافظ مختار احمد صاحب بھی حضور کے ہمراہ موجود تھے۔حضور نے دعا کے بعد فرمایا مولوی صاحب جاؤ آج کے بعد آپ کی بیوی کو بخار نہ ہوگا باہر آ کر حافظ مختار احمد صاحب نے مولانا عبدالمالک خان صاحب سے فرمایا کہ جب حضور نے ارشاد فرمایا تھا تو میں نے گھڑی دیکھی تھی اس وقت پونے دس بجے تھے۔جس سے مجھے یقین ہے کہ آپ کی بیوی کا بخار پونے دس بجے اتر چکا ہے۔آپ

فیروز پور واپس آئے سیدھے ہسپتال گئے ۔ انچارج انگریز لیڈی ڈاکٹر سے بیوی کا حال پوچھنے کی بجائے اسے بتانے لگے کہ میری بیوی کا بخار پونے دس بجے سے اتر چکا ہے ۔ لیڈی ڈاکٹر حیران ہوئی کہ جسے اتنا خطرناک بخار تھا وہ مر تو سکتی ہے مگر اتنی جلدی اس کا بخار اتر نہیں سکتا ۔ لیڈی ڈاکٹر کے پوچھنے پر مولوی صاحب نے بتایا کہ میں اپنے خلیفہ سے بیوی کے لئے دعا کروا کر آیا ہوں آپ نے پونے دس بجے اس طرح فرمایا تھا جس سے مجھے یقین ہے کہ اب میری بیوی ٹھیک ہے۔

دونوں اکٹھے وارڈ میں گئے مریضہ کا History Chart دیکھا تو اس پر درج تھا کہ مریضہ کا بخار ٹھیک 9 بج کر 45 منٹ پر اتر گیا تھا۔

☆ خدا کا خلیفہ ساری رات جاگتا رہا

خلیفۂ وقت کی صورت میں ایک شخص ہمارا درد رکھنے والا ، ہم سے محبت کرنے والا ، ہمارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا ، ہماری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا اور ہمارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا نصیب ہوتا ہے۔

چودھری حاکم دین صاحب قادیان بورڈنگ کے ایک ملازم تھے ان کی بیوی کو پہلے بچے کی ولادت کے وقت سخت تکلیف تھی اسی کربناک حالت میں رات کے بارہ بجے انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اجازت ملنے پر زچگی کی تکلیف کا ذکر کر کے دعا کی درخواست کی۔ حضور اندر سے ایک کھجور لائے اور اس پر دعا کر کے فرمایا:

”یہ اپنی بیوی کو کھلا دیں اور جب بچہ ہو جائے تو مجھے بھی اطلاع دیں“

آپ نے نمازِ فجر پر حضور کو بتایا کہ آپ کی دعا سے رات کو جلد ہی بچی پیدا ہوگئی تھی۔ حضور نے فرمایا:

”میاں حاکم دین تم نے اپنی بیوی کو کھجور کھلا دی اور تمہاری بچی پیدا ہوگئی پھر تم اور تمہاری بیوی آرام سے سو گئے ۔ مجھے بھی اطلاع کر دیتے ، میں بھی آرام سے سو رہتا ۔ میں تو ساری رات جاگتا رہا اور تمہاری بیوی کے لئے دعا کرتا رہا“

حاکم دین صاحب یہ واقعہ سناتے ہوئے رو پڑے اور کہا:

”کہاں چپڑاسی حاکم دین اور کہاں نورالدین اعظم ۔“

(مبشرین احمد صفحہ38)

اس کیفیت کو دیکھتے ہوئے مومنین کے ایمان وایقان میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ خدا کی ہستی کے زندہ گواہ بن جاتے ہیں۔

☆ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی ڈھاکہ روانگی

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کراچی میں تھے جب آپ کو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے پیغام ملا کہ فوری طور پر ڈھاکہ بنگلہ دیش روانہ ہو جائیں کیونکہ وہاں پر جماعتی حالات ٹھیک نہیں ہیں ۔ وہاں جا کر ان کی رہنمائی کریں۔

یاد رہے کہ اس وقت بنگلہ دیش پاکستان کا حصہ تھا ۔ ڈھاکہ جانے کے لئے ہوائی جہاز کا پتہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کوئی جگہ نہیں ہے چانس پر ٹکٹ حاصل کیا گیا۔ احباب کی تمام تر کوششوں کے باوجود جب کوئی سیٹ نہ مل سکی تو آپ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ اگلے جہاز پر کچھ دن بعد ڈھاکہ چلے جائیں مگر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے فرمایا کہ جب خدا کا خلیفہ مجھے فوراً ڈھاکہ جانے کا حکم دے رہا ہے تو میں کیونکر اس میں تاخیر کر سکتا ہوں ۔ چنانچہ آپ اپنا سامان لے کر Airport پہنچ گئے جبکہ سیٹ کنفرم نہیں تھی۔

کچھ دیر انتظار کے بعد Airport کی انتظامیہ نے اعلان کر دیا کہ ڈھاکہ جانے والا جہاز روانگی کے لئے تیار ہے یہ سننے پر تمام وہ لوگ جو چانس پر جانے کے لئے آئے ہوئے تھے مایوس ہو کر واپس چلے گئے ۔ مگر حضرت میاں صاحب اس یقین کے ساتھ وہاں موجود رہے کہ یہ جہاز مجھے ضرور لے کر جائے گا ۔ کیونکہ خلیفۂ وقت کا منشاء یہ ہے کہ میں فوراً ڈھاکہ جاؤں ۔

چنانچہ آپ انتظار میں ہی تھے کہ اعلان کیا گیا کہ ڈھاکہ جانے والے جہاز میں ایک شخص کی جگہ خالی ہے اگر کسی مسافر کے پاس ٹکٹ ہے تو فوراً رپورٹ کرے۔ آپ نے فوراً پیش قدمی کی اور اسی جہاز میں ڈھاکہ روانہ ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک ناممکن کام کو خلیفہء وقت کی توجہ اور برکت سے ممکن بنا دیا۔

☆حج کے لئے روانگی ممکن ہوگئی

مولانا عبدالمالک خاں صاحب سابق ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے بیان کیا کہ آپ کراچی میں بطور مربی تعینات تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک صاحب کو آپ کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھجوایا کہ ان صاحب کو حج پر بھجوانے کا انتظام کریں۔ ان دنوں حج پر جانے کے لئے بحری جہاز کے ذریعہ سفر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ متعلقہ دفتر میں حاضر ہوئے۔ اپنا مدعا بیان کیا تو آپ کو بتایا گیا کہ بحری جہاز کی تمام سیٹیں بُک ہو چکی ہیں بلکہ بیس مسافر چانس پر بھی بکنگ کروا چکے ہیں۔ اس لئے درخواست دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے مکرم مولانا صاحب نے متعلقہ افسر سے درخواست کی کہ جیسے آپ پہلے بیس زائد درخواستیں لے چکے ہیں ایسے ہی ایک اور درخواست لے لیں۔ آپ کے اصرار پر جب آپ کے ساتھی کی حج پر جانے کی درخواست جمع ہو چکی تو آپ نے متعلقہ افسر کو بتایا کہ اس سال کوئی اور فرد حج پر جائے یا نہ جائے مگر یہ شخص ضرور حج پر جائے گا۔ کیونکہ اس کو حج پر بھجوانے کے لئے خلیفۂ وقت نے بھجوایا ہے۔ اگر آپ اس کو حج پر بھجوانے میں مدد دیں گے تو خدا آپ کو بھی برکتوں سے نوازے گا۔

چنانچہ آپ مربی ہاؤس واپس آکر روانگی کے دن کا انتظار کرنے لگے۔ روانگی کے دن آپ کو فون آیا کہ بحری جہاز روانہ ہونے میں ایک گھنٹہ باقی ہے ایک مسافر اچانک بیماری کے باعث سفر نہیں کر سکتا۔ چانس پر ٹکٹیں لینے والے دیگر لوگ دور ہیں اس لئے آپ کے لئے موقع ہے اگر ایک گھنٹے کے اندر اندر آپ اپنے ساتھی کو بندرگاہ پر لے آئیں تو وہ حج پر جا سکتا ہے آپ تو پہلے ہی اس یقین کے ساتھ تیار بیٹھے تھے کہ خلیفۂ وقت کا بھجوایا ہوا شخص ضرور حج پر جائے گا۔ چنانچہ آپ نے موصوف کو فوراً بندرگاہ پہنچایا۔ جو خلیفۂ وقت کی توجہ اور دعا کی وجہ سے حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ جو کہ بظاہر ناممکن معلوم ہوتا تھا۔

5: تمکنتِ دین

آیت استخلاف وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ کے مطابق پانچویں برکتِ خلافت، تمکنتِ دین ہے۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ زمانہء نبوت کے بعد اسلام کو جس قدر وسعت، ترقی اور غلبہ حاصل ہوا وہ خلافت کی برکت سے ہی حاصل ہوا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ترقی اسلام کا جو آغاز فرمایا' خلافت احمدیہ کے دور میں ان فتوحات کی داستان بڑی دلنشین اور ایمان افروز ہونے کے ساتھ ساتھ اتنی ہی پرشوکت اور پرعظمت بھی ہے۔

23 مارچ 1889ء کو جو قافلہ چالیس فدائیوں کے ساتھ روانہ ہوا تھا آج خلافتِ احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر اس راہ پر چلنے والوں کی تعداد بیس کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے، جس میں ہر رنگ و نسل کے خوش نصیب شامل ہیں۔

☆جس کمزور جماعت کو قادیان کے اندر ہی دبا کر ختم کر دینے کا دعویٰ کیا گیا وہ آج دنیا کے 199 ممالک میں مضبوطی سے قائم ہو چکی ہے جس میں ہر طبقہء زندگی سے تعلق رکھنے والے عوام و خواص شامل ہیں۔

☆گزشتہ چودہ سو سال میں ساری دنیا کے تمام فرقوں اور مسلم حکومتوں نے مل کر جس قدر زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کئے اس سے دوگنا زیادہ زبانوں میں تراجم خلفائے احمدیت کی رہنمائی میں جماعت احمدیہ کو صرف ایک سو سال میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

☆خلافت کی برکت سے یورپ کے کئی ممالک میں سب سے پہلی مسجد بنانے کی توفیق جماعت احمدیہ کو ملی۔

☆افریقہ کے ممالک میں اگرچہ اسلام کا نام، ٹوپی اور چوغہ تو پہنچا دیا گیا مگر

اسلام کی تعلیمات کی اشاعت و ترویج کا سہرا جماعت احمدیہ کے سَر ہے۔ جہاں نہ صرف خلفائے احمدیہ نے رہنمائی کی بلکہ خود حاضر ہو کر ان کی فلاح و بہبود کے سامان کئے۔

خلافت احمدیہ کی صورت میں اللہ کے اس عظیم انعام کو اب سو سال پورے ہو چکے ہیں۔ خدا گواہ ہے اور ہم اس کے حضور سجداتِ شکر بجالاتے ہوئے اقرار کرتے ہیں کہ سو سالوں کا ایک ایک دن شاہد ہے کہ خلافتِ حقہ اسلامیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو وہ عظمت و تمکنت اور عالمگیر ترقی عطا فرمائی جو ایک جاری و ساری اور زندہ و تابندہ معجزہ کا رنگ رکھتی ہے۔

6: خوف کے بعد امن کا قیام

آیتِ استخلاف میں خلافت کی چھٹی بڑی برکت ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا۔ بیان کی گئی ہے۔ یعنی خلافت والی جماعت کے خلاف خوف و ہراس پھیلایا جائے گا۔ دشمنوں کی طرف سے انہیں ڈرایا اور دھمکایا جائے گا مگر خلافت کی برکت سے ہر خوف امن میں بدلتا رہے گا۔

1908 کا صدمہ جبکہ امام الزماں علیہ السلام اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

1914 کا افتراق جبکہ جماعت کے اندر سے فتنہ اٹھا۔

1934 جبکہ مخالفین نے احمدیت کو مٹانے اور قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا نعرہ لگایا۔

1953 کے پرآشوب حالات جبکہ صوبائی حکومت بھی مخالفین کی پشت پناہی کررہی تھی۔

1974 کے خون آشام دنوں اور تیرہ و تار راتوں میں احباب جماعت کے نفوس و اموال کا بہیمانہ استحصال کیا گیا۔ جسے حکومتِ وقت کی آشیر باد حاصل تھی۔

1984 سے ایک ظالمانہ آرڈیننس کے ذریعہ احباب جماعت کو اہم بنیادی حقوق سے محروم کردیا گیا۔

ان پرآشوب سالوں میں احمدیوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ اسیرانِ راہ مولیٰ نے مسکراتے ہوئے اپنی ہتھ کڑیوں اور بیڑیوں کو چوما۔ ان تمام سالوں میں مصائب و آلام کے مُہیب سائے جماعت کے سر پر منڈلاتے رہے۔ مذہبی دہشت گرد خوف و ہراس پھیلانے کے لئے کھلے عام دندناتے رہے۔ مگر قربان جائیں خلافتِ حقہ قائم کرنے والے خدا پر جس نے ہر دکھ کو سکھ میں، ہر خوف کو امن میں اور ہر موت کی دھمکی کو زندگی کی نوید میں بدل دیا۔ مخالفینِ احمدیت اور حاسدینِ خلافت کے مقدر میں ناکامیوں پر ناکامیاں لکھی گئیں۔ لیکن کاروانِ احمدیت اتباعِ خلافت میں آگے ہی آگے بڑھتا رہا۔ خلافت کے بابرکت سائے میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہا۔ اور احمدیت کا سیلاب رستے میں آنے والی ہر مخالفت، ہر رکاوٹ اور ہر خوف کو بہا کر لے گیا۔

مخالفینِ احمدیت خود حسرت اور ناکامی کی موت مرے۔ حکومتیں پارہ پارہ ہوئیں اور اتحادِ انتشار کا شکار ہوئے۔ ہمیں انصاف سے محروم کرنے والے آج خود اپنے لئے انصاف کی تلاش کے لئے گلیوں اور سڑکوں پر دھکے کھا رہے ہیں۔ مضبوط کرسی کے دعویدار کی جان بچانے کیلئے کئی جتن کئے گئے مگر تقدیر کا لکھا سامنے آیا اور سُولی کی موت اس کا مقدر بنی۔ اپنے آپ کو سب سے زیادہ طاقت ور سمجھنے والا ڈکٹیٹر وقت کے خلیفہ کے اعلانِ مباہلہ کا شکار ہو گیا۔ جس کے بارے میں فرمایا تھا کہ

تمہیں مٹانے کا زعم لے کر اٹھے ہیں جو خاک کے بگولے
خدا اڑا دے گا خاک ان کی، کرے گا رسوائے عام کہنا

اس سلسلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:

’’آئندہ بھی مخالفت ضرور ہوگی اس سے کوئی انکار نہیں ہے۔ ۔۔۔اس مخالفت کے بعد جو وسیع پیمانے پر اگلی مخالفت مجھے نظر آرہی ہے وہ ایک دو حکومتوں کا قصہ نہیں اس میں بڑی بڑی حکومتیں مل کر جماعت کو مٹانے کی سازشیں کریں گی ۔۔۔۔ میں آئندہ آنے والے خلفاء کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بھی حوصلے رکھنا اور میری طرح ہمت و صبر کے مظاہرے کرنا اور دنیا کی کسی طاقت سے خوف نہیں کھانا۔ وہ خدا جو ادنیٰ مخالفتوں کو مٹانے والا

خدا ہے۔ وہ آئندہ آنے والی زیادہ قوی مخالفتوں کو بھی چکنا چور کر کے رکھ دے گا۔ اور دنیا سے ان کا نشان مٹا دے گا۔ جماعت احمدیہ نے بہر حال فتح کے بعد ایک اور فتح کی منزل میں داخل ہونا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس تقدیر کو بہر حال بدل نہیں سکتی۔''

(خطاب 29جولائی 1984 برموقع یورو پین اجتماع خدام یو.کے)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں پنہاں ہے''

''جب تک آپ کی عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت رہیں گی اور آپ اپنے امام کے پیچھے پیچھے اس کے اشاروں پر چلتے رہیں گے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت آپ کو حاصل رہے گی''

(الفضل 30جولائی 2003)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا:

''تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری تمام ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا تو وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہوگا۔ لیکن اگر تم اس حقیقت کو سمجھتے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر اگر ساری دنیا ملکر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کر سکے گی۔''

(درس القرآن ص73)

''اے دوستو! میری آخری نصیحت یہی ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافتِ حقہ کو مضبوطی سے پکڑو۔ اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتع کرو''

(الفضل 20جولائی 1959)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خلافتِ احمدیہ کے پچاس سال پورے ہونے پر خدام سے 1959 کے اجتماع کے موقعہ پر ایک عہد لیا اور فرمایا یہ عہد متواتر چار صدیوں بلکہ چار ہزار سال تک جماعت کے نوجوانوں سے لیتے جائیں۔ اس عہد کے الفاظ یوں ہیں کہ:

''ہم اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدو جہد کرتے رہیں گے اور اپنی اَولاد دَر اَولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے۔ تا کہ قیامت تک خلافتِ احمدیہ محفوظ چلی جائے۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔''

(الفضل 28اکتوبر 1959)

سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 27 مئی 2008ء کو صد سالہ جلسہ یومِ خلافت سے ولولہ انگیز خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''پس آج مَیں معمولی تبدیلی کے ساتھ اس صد سالہ جوبلی کے حوالے سے آپ سے بھی یہ عہد لیتا ہوں تا کہ ہمارے عمل زمانے کی دُوری کے باوجود ہمیں حضرت مسیح موعود کی تعلیم اور اللہ کے حکموں اور اسوہ سے دور لے جانے والے نہ ہوں بلکہ ہر دن ہمیں اللہ تعالیٰ کے وعدے کی قدر کرنے والا بنائے۔ پس اس حوالے سے اب میں عہد لوں گا۔ آپ سے میری درخواست ہے کہ آپ بھی جو یہاں موجود ہیں احباب بھی کھڑے ہو جائیں اور خواتین بھی کھڑی ہو جائیں، دنیا میں موجود لوگ جو جمع ہیں وہ سب بھی کھڑے ہو کر یہ عہد دہرائیں (تشہد کے بعد فرمایا):

آج خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد

رسول اللہ ﷺ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فریضہ کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے لئے وقف رکھیں گے۔ اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔

ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخری دم تک جدو جہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے۔ تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ **اَللّٰھُمَّ آمین۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔**

پس اے مسیح موعود کے غلامو! آپ کے درخت وجود کی سرسبز شاخو! میں امید کرتا ہوں کہ اس عہد نے آپ کے اندر ایک نیا جوش اور ایک نیا ولولہ پیدا کیا ہوگا۔ شکر گزاری کے پہلے سے بڑھ کر جذبات ابھرے ہوں گے۔ پس اس جوش اور ولولے اور شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ خلافت احمدیہ کی نئی صدی میں داخل ہو جائیں۔ یہ 27 مئی کا دن ہمارے اندر ایک نئی روح پھونک دے، ایک ایسا انقلاب برپا کر دے جو تا قیامت ہماری نسلوں میں یہی انقلاب پیدا کرتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا اس دور میں ہمیں داخل کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں بننے کی ہم کوشش کرتے ہیں اور کر رہے ہیں۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ۔ صد سالہ جوبلی نمبر 3 دسمبر 2008)

اے اللہ! تو ہمیں اس قابل بنا دے کہ خلافت کی نعمت ہم میں ہمیشہ جاری و ساری رہے، تو ہمیں توفیق دے کہ ہم خلافت کے گرد پروانہ وار گھومتے رہیں اور خلافت ہمیں اپنے حصار میں لے لے۔ مولیٰ تو ہمیں خلافت کا محبّ اور محبوب بنا دے اور امامِ وقت کا دیدار کرا دے۔ آمین۔

☆......☆......☆......☆......☆

تجدیدِ عہدِ وفا

محمد ظفر اللہ خان

دجلہء وقت کی لہروں میں تموج جس سے
کفِ گردوں میں مرا درد ہے پتھر کی مثال
ایک مضراب سے بڑھ کر ہے سدا تلخئ زیست
معدنِ دل کے لئے دستِ ہنرور کی مثال
میرے مولیٰ اے سب ارواح کے معبودِ ازل
اے محمدؐ کے خُدا اے میرے مسجودِ ازل
تو نے بخشا ہے ہمیں نورِ غلامِ احمد
ہم ہوئے جس سے شناسائے مقامِ احمدؐ
آج پھر تیرے شہیدوں کا سلام آہی گیا
تجھ سے تجدیدِ وفا کا وہ مقام آہی گیا
ایک آندھی میں اُڑا جاتا ہے یہ خیمۂ جاں
روح میں آج بہت زور کی طُغیانی ہے
پرچمِ عشق میں سر اپنا پرو لائے ہیں
ہم نے اس راہ میں کُچھ اور ہی اب ٹھانی ہے
اپنے ہر ذرّہ پہ تعمیر ہو مینارۂ عشق
ہر رگِ خوں سے اُٹھے اک نیا فوارۂ عشق
ہم پہ بس ایسی عنایت کی نظر ہو جائے
منعکس ہو میرے آئینے میں نظارۂ عشق
سارے اعمال اسی جذب میں ہر دم کھو جائیں
گرمئ شوق سے یہ حرف بھی گویا ہو جائیں

مسیحؑ تیرا لنگر وسیع

لطف الرحمٰن محمود

حضرت اقدس علیہ السلام کا دعویٰ

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر، جب اُمّتِ مسلمہ انتہائی مشکلات و مسائل سے دوچار تھی، مجدّدِ وقت، مہدی المنتظر اور مسیح موعودؑ کی حیثیت سے مبعوث فرمایا۔ ظہورِ مہدی اور نزولِ مسیح کے حوالے سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئیاں، حضورؑ کی ذات میں صفائی سے پوری ہوئیں۔ حضور ایک لحاظ سے موعودِ اقوامِ عالم بھی تھے کیونکہ آخری زمانے میں بہت سی اقوام اپنے اپنے روحانی رہبروں کے دوبارہ ظہور کی منتظر تھیں۔ ہندوؤں کے کرشن، بُدھ ازم کے مہاتما بُدھ، یہود کے مسیح موعود اور عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی متوقع بعثت اس کی مشہور مثالیں ہیں۔ مسلمان تو امام مہدی کے ظہور اور مسیح ابن مریم کے نزول کے سب سے بڑھ کر منتظر تھے۔ تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری یا انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی (میلادی) کے سنگم پر حضورؑ کی بعثت اس عہد و عصر کا سب سے اہم واقعہ ہے۔

افسوس کہ دنیا اس کی اہمیت اور اس سے وابستہ برکات و حسنات کے بہتر ادراک و استحسان سے محروم رہی۔ لیکن وہ وقت ضرور آئے گا جب اس تحریک کے ذریعے برپا ہونے والے عالمگیر روحانی اور اخلاقی انقلاب کے نقطہء آغاز کو اسی تناظر میں دیکھا جائے گا۔

حضرت اقدسؑ نے اپنے ایک شعر میں اسی کیفیت کا ذکر فرمایا ہے ؎

اِمروز قومِ من نشاسد مقامِ من
روزے بگریہ یاد کند وقتِ خُوشترم

وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ اچھی بصارت عطا کرتا ہے وہ پہلی رات کے باریک سے ہلال کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔ اُمّتِ محمدیہؐ کے بعض نیک دل اور سعید الفطرت افراد نے امام الزمان کو پہچان لیا اور اُنہیں حلقہ بگوشِ احمدیت ہونے کی توفیق ملی۔ اُس وقت بھی اُنہیں اس ہلال کے بدرِ کامل بن کر چمکنے کا پختہ یقین تھا۔ کیونکہ ایسا ہوتا آیا ہے، ایسا ہونا اللہ تعالیٰ کی تقدیروں میں شامل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام غلبہء اسلام کے اس عظیم انقلاب کی راہ ہموار اور کشادہ کرنے کیلئے آئے تھے۔ حضورؑ نے اسے ''تخم ریزی'' کے عمل سے تشبیہہ دی۔ اور اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر پیش گوئی کی کہ یہ بیج اپنے وقت پر عظیم الشان، ثمر وَر شجرِ سایہ دار بن جائے گا، انشاءاللہ۔ اس مضمون میں اس مقدس بیج کی نشوونما اور پھلنے پھولنے کے منظر کے بعض پہلو پیش کئے جائیں گے۔

حضورؑ کا ایک معنی خیز رویاء

اپنے دعویٰ سے تقریباً پندرہ سولہ سال قبل، 1874 میں حضورؑ نے ایک معنی خیز رویاء دیکھا جس کا حضرت اقدسؑ نے اپنی دو تصانیف (نزول المسیح اور حقیقۃ الوحی) میں کسی قدر تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔

نزول المسیح میں پیشگوئی نمبر 57 کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو اونچے چبوترے پر بیٹھا ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکیلا

تھا۔ وہ نان اس نے مجھے دیا اور کہا کہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کیلئے ہے۔''

(نزول المسیح' روحانی خزائن جلد18' صفحہ 585)

حقیقۃ الوحی میں حضورؑ نے اس لڑکے کی عمر تقریباً سات سال بیان کی ہے۔اور چمکیلے نان کی مقدار کے حوالے سے فرمایا ہے کہ وہ عام نان سے چار گنا بڑا تھا۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22صفحہ 290)

اس رویاء کی تشریح اور تعبیر حضورؑ ہی کے الفاظ میں پیشِ خدمت ہے:

''یہ اس زمانے کی خواب ہے جبکہ میں نہ کوئی شہرت اور نہ کوئی دعویٰ رکھتا تھا اور نہ میرے ساتھ درویشوں کی کوئی جماعت تھی۔مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر ہمیشہ کیلئے میری ہمسائیگی میں آباد ہوئے ہیں۔
اور نان سے میں نے یہ تعبیر کی تھی کہ خدا ہمارا اور ہماری جماعت کا آپ متکفل ہو گا اور رزق کی پریشانگی ہم کو پراگندہ نہیں کرے گی۔چنانچہ سالہائے دراز سے ایسا ہی ظہور میں آرہا ہے۔''

(نزول المسیح' روحانی خزائن جلد 18صفحہ585)

دعویٰ سے پہلے اس قسم کے رویاء وکشوف اور الہامات کے ذریعے اللہ تعالیٰ مستقبل میں مبعوث کئے جانے والے امام الزمان کو آنے والی ذمہ داریوں کیلئے تیار کر رہا تھا اور سنّتِ الٰہیہ کے عین مطابق بشارات اور نشانات سے نواز رہا تھا۔حضورؑ کے الہامات وکشوف ورویاء کے مجموعہ ''تذکرہ'' کے مطالعہ سے یہ پہلو بڑی صفائی سے سامنے آتا ہے۔یہ بذاتِ خود ایک وسیع موضوع ہے اور ایک الگ مقالے کا محتاج ہے۔
یہاں اختصار کے پیشِ نظر دو چار مثالیں ہی دی جاسکتی ہیں۔اس دَور میں حضورؑ پر متعدد قرآنی آیات کے الفاظ بھی الہاماً نازل ہوئے, مثلاً

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔

(الزمر: 37)

یہ الہام بعد میں کئی بار نازل ہوا۔مندرجہ ذیل الہامات کا تعلق بھی اسی دَور سے ہے:

1۔ سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُر

(القمر:46)

جس میں جنگ بدر میں کفارِ مکّہ کی شکست کی خبر دی گئی ہے۔یہ الہام 1877 میں نازل ہوا۔

2۔سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر 70 کے یہ الفاظ

قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا

1881 میں نازل ہوئے۔ان میں آتشِ نمرود کے حضرت ابراہیمؑ پر سرد ہونے کا ذکر ہے۔

3۔ یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ۔ سورۃ الاعراف آیت 20 کے الفاظ جو سورۃ البقرۃ آیت 36 میں بھی پائے جاتے ہیں، 1883 میں حضورؑ پر الہاماً نازل ہوئے۔
اسی سال حضورؑ پر بعض اور آیاتِ قرآنی کے الفاظ نازل ہوئے جن میں حضرت عیسٰیؑ اور حضرت مریمؑ کا ذکر موجود ہے:

4۔ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (سورۃ آل عمران: 56)

5۔فَاَجَآءَ ھَاالْمَخَاضُ اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَۃِ آخر تک (سورۃ مریم: 24)

6۔ 1884 کے اس الہام میں حضورؑ کو یحیٰی کے نام سے مخاطب کر کے فرمایا ہے:

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ

(سورۃ مریم :13)

یہ چند مثالیں ہیں ورنہ دعویٰ سے قبل کے الہامات اور رویا وکشوف کی تعداد

بہت زیادہ ہے۔ تفصیلی مطالعہ میں دلچسپی رکھنے والے اصحاب تذکرہ کے پہلے 137 صفحات ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

حضورؑ نے اعلان دعویٰ کے بعد ایک مختصر کتاب ''فتح اسلام'' رقم فرمائی اس کے بعد ''توضیح مرام'' اور ''ازالہء اوہام'' اپنے دعویٰ کی تشریح و تائید میں تحریر کیں۔ فتح اسلام میں حضرت اقدسؑ نے سلسلہ کی درج ذیل پانچ ضروریات کا ذکر فرمایا جنہیں پانچ ''شاخیں'' قرار دیا:

1۔ تصنیف وتالیف

2۔ ابلاغِ حق کیلئے اشتہارات کا اجراء

3۔ تلاشِ حق کیلئے آنے والے مہمانوں کے قیام وطعام کی سہولت

4۔ مکتوبات یعنی طالبانِ حق کے استفسارات اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات۔

5۔ سلسلہء بیعت۔

(فتح اسلام' روحانی خزائن جلد 3صفحہ...)

اللہ تعالیٰ کے مرسلین و مامورین کی پاک زندگیوں کے مطالعہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ الٰہی جماعتوں کی بتدریج ترقی کیلئے مناسبِ حال الہام اور احکام عطا ہوتے ہیں اور مختلف کاموں اور منصوبوں کا آغاز ہوتا ہے۔ اور مشکلات اور مسائل کے باوجود ترقیات کی راہیں کھلتی رہتی ہیں اور آہستہ آہستہ نئی منزلیں سامنے آتی جاتی ہیں۔ یہی منظر ہمیں جماعتِ احمدیہ مسلمہ کی تاریخ میں نظر آتا ہے۔

لنگر خانہ کا اہتمام، جلسہ سالانہ کا آغاز، مروّجہ اور خصوصی دینی تعلیم کیلئے مدارس کا قیام' اخبارات وجرائد' مالی قربانی کی تحریکات' تعمیرات کی طرف توجہ (مسجد مبارک کی تعمیر' مسجد اقصیٰ کی توسیع' منارۃ المسیح کا سنگِ بنیاد)' نظام وصیت کا آغاز' صدر انجمن احمدیہ کا قیام' اور خلافت احمدیہ (قدرتِ ثانیہ) کے ظہور کی بشارت' یہ سب شاہراہِ ترقی کے سنگِ میل ہیں۔ 1874ء میں ایک رویاء کے ذریعے حضورؑ کو ایک عظیم الشان بشارت دی گئی جس کی تعبیر'

''خدا ہمارا اور ہماری جماعت کا آپ متکفّل ہوگا اور رزق کی پریشانگی ہم کو پراگندہ نہیں کرے گی''

ایک ناقابل تردید حقیقت بن کر سامنے آچکی ہے۔ جماعت کے قیام پر 120 سال گزر چکے ہیں۔ خلافتِ احمدیہ کا صد سالہ جشنِ تشکر جماعت نے گزشتہ سال مئی میں منایا ہے۔ افراد' علماء' تنظیموں اور بعض حکومتوں کی عداوت اور مخالفت کے باوجود' اس طویل سفر میں کوئی روک حائل نہیں ہوسکی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس عرصہ میں جماعت نے ہر پہلو سے' ہر جہت اور ہر میدان میں نمایاں ترقی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے 135 سال قبل جس چمکیلے اور لذیذ نان کی شکل میں تائید ونصرت کی بشارت دی تھی وہ جماعت کے شاملِ حال رہی ہے۔ الحمدللہ رب العالمین۔ اس مضمون میں شاہراہِ ترقی کے انہی نشانات کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک خاص یادگار

''لنگر خانہ'' کو حضرت مسیح موعودؑ کی ایک خاص یادگار کا مقام حاصل ہے۔ حضورؑ مہمانوں کے قیام وطعام کی طرف شروع ہی سے متوجہ رہے۔ اس اہتمام وانتظام کے علاوہ حضورؑ مہمانوں کی تربیتی ضروریات کے پیشِ نظر تقاریر بھی کرتے اور اُن کے سوالات کے جوابات بھی دیتے۔ مدنی دَور میں مسجد نبوی میں اصحابِ صُفّہ کی کفالت کی طرح شروع میں یہ انتظام بھی سادہ تھا جس کا بوجھ حضورؑ کے کندھوں پر تھا۔ حضرت اقدسؑ کے گھر کے اندر ہی کھانا تیار ہوتا تھا۔ حضرت اُمّ المؤمنینؓ ہی اس کی منتظمہ تھیں۔ حضورؑ کے مکان ہی کے ایک حصے میں مہمان کھانا کھاتے۔ کئی مرتبہ حضورؑ کا مکان مہمانوں سے لدی ہوئی کشتی کا سماں پیش کرتا۔ بعد میں جوں جوں ضروریات بڑھتی گئیں، اس کام میں وسعت آتی گئی اور وسیع مکانک کے تحت لنگر خانہ' مہمان خانہ کے کمرے بھی تعمیر کئے گئے۔ مگر بحکمِ الٰہی اس کا انتظام وانصرام تا وفات حضورؑ ہی کے ہاتھ میں رہا۔

حضورؑ نے فتح اسلام میں مہمانوں کی آمد ورفت کے حوالے سے' گزشتہ سات سالوں میں قادیان آنے والے مہمانوں کی تعداد ساٹھ ہزار بیان فرمائی ہے۔

(فتح اسلام' روحانی خزائن جلد3' صفحہ14)

حضورؑ کے دعویٰ کی شہرت اور جماعت کی ترقی اور متلاشیانِ حق کے اشتیاق کی وجہ سے مہمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ 1947 میں قادیان سے ہجرت کے بعد عارضی مرکز لاہور' اور پھر نئے مرکز ربوہ میں' بلکہ لندن اور دوسرے جماعتی مراکز میں قادیان کے لنگر خانہ اور مہمان خانہ کے اظلال موجود رہے اور اب بھی ہیں۔ حضرت اقدسؑ کو رویا میں دکھائے جانے والے مبارک ''نان'' کی برکات دنیا کے دُور دراز امصار و دیار تک وسیع ہو چکی ہیں۔ جلسہ سالانہ یا دوسرے تربیتی اور تبلیغی اجتماعات کے مواقع پر لنگر خانے کا نظام ایک خاص جذبہء خدمت سے سرشار ہو جاتا ہے اور بے لوث اور پُر جوش والنٹیرز کی ایک منظّم فوج متحرک ہو جاتی ہے!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام لنگر خانہ کو ایک تربیتی ادارہ سمجھتے تھے۔ حضورؑ نے اپنی تصنیف تذکرۃ الشہادتین (زمانہء تصنیف 1903) میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے جو کہا ہے کہ لنگر خانہ بھی ایک مدرسہ ہے۔ یہ اس لئے کہا ہے کہ جو مہمان میرے پاس آتے جاتے ہیں۔ جن کیلئے لنگر خانہ جاری ہے' وہ میری تعلیم سنتے رہتے ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو لوگ ہر وقت میری تعلیم سنتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کو ہدایت دے گا''۔

(تذکرۃ الشہادتین' روحانی خزائن جلد 20صفحہ 80)

ربوہ میں دارالضیافت یعنی لنگر خانے کی وسیع و عریض عمارت میں جا بجا حضورؑ کی پُر اثر نصائح اور ارشادات کے اقتباسات بینرز اور طُغروں کی شکل میں موجود ہیں۔ یہ فیض کا چشمہ پوری شان وشوکت سے رواں دواں ہے۔ دنیا کے تمام لنگر خانوں سے استفادہ کرنے والوں کے اعداد و شمار کا محتاط اندازہ بھی لگایا جائے تو گزشتہ ایک صدی میں یہ مجموعی تعداد کئی ملین سے کم نہ ہو گی۔ اس نصرت اور برکت کا وعدہ اُس چمکیلے نان میں دیا گیا تھا!!

جلسہ سالانہ' حضرت اقدسؑ کی صداقت کا زندہ ثبوت

''جلسہ سالانہ'' صرف یادگار ہی نہیں، حضرت اقدسؑ کی صداقت کا مُنہ بولتا ثبوت بھی ہے۔ حضورؑ نے جماعت کی علمی ترقی، عملی تربیت، اخوتِ اسلامی کے استحکام، بیرونی ممالک میں ابلاغِ حق کیلئے تجاویز پر غور' اور مرحومین کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کیلئے دعاؤں کو بھی جلسہ کے مقاصد میں شامل فرمایا۔ 1891 میں پہلا جلسہ قادیان کی مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوا جس میں صرف 75 افراد شامل ہوئے' اُسی سال 30 دسمبر کو حضورؑ نے ایک اشتہار کے ذریعے' آئندہ سال سے تین روزہ جلسہ سالانہ منعقد کرنے کا اعلان فرمایا اور شرکائے جلسہ کیلئے خاص دعائیں کیں۔ 1892 کے جلسہ میں 327 افراد شامل ہوئے۔ بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر ایک دو بار جلسہ کا التواء بھی ہوا مگر یہ مبارک اجتماع منعقد ہوتا رہا۔ 1907 میں حضرت اقدسؑ کی زندگی کے آخری جلسہ میں دو ہزار سے زائد، فرزندانِ احمدیت نے شرکت کی۔

(مرکزِ احمدیت قادیان، مولوی برہان احمد ظفر۔صفحہ 82' ایڈیشن 2004)

تقسیمِ ہند تک جلسہ سالانہ قادیان میں منعقد ہوتا رہا۔ ہر سال جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ 1946 میں متحدہ ہندوستان کا آخری جلسہ منعقد ہوا جس میں 33 ہزار افراد شامل ہوئے۔ ہجرت کے بعد عارضی مرکز' رتن باغ' لاہور میں اس جلسے کا اہتمام کیا گیا۔ پھر نئے مرکز ربوہ میں اپریل میں جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ اس کے بعد ہر سال ربوہ میں سالانہ جلسہ کا انعقاد ہوتا رہا اور شرکائے جلسہ کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ 1974 میں آئین پاکستان میں ایک ظالمانہ ترمیم کر کے جماعت احمدیہ مسلمہ کو ''غیر مسلم اقلیت'' قرار دے دیا گیا مگر اس کے باوجود' حاضرین جلسہ کی تعداد میں اضافے کا میلان برقرار رہا۔ 1984 میں جنرل ضیاء الحق نے بدنامِ زمانہ آرڈی نینس نمبر 20 کے ذریعے جماعت احمدیہ پر نئی پابندیاں عاید کر دیں۔ اس قدغن و بندش کی وجہ سے ربوہ میں سالانہ جلسہ پھر منعقد نہ کیا جا سکا۔ 1983 کا جلسہ' حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرتِ برطانیہ کی وجہ سے ربوہ کا آخری جلسہ ثابت ہوا جس میں تین لاکھ کے لگ بھگ افراد کو شرکت کی توفیق ملی۔ یاد رہے کہ پہلے جلسہ کے وقت مسجد اقصیٰ قادیان میں صرف 75 اصحاب شامل ہو سکے۔ 1983 میں ربوہ کی مسجد اقصیٰ کے سامنے قائم

جلسہ گاہ میں کئی لاکھ فرزندانِ توحید موجود تھے!!
تقسیمِ ہند کے بعد قادیان میں بھی سالانہ جلسے منعقد ہوتے رہے اور وہاں بھی مشکلات و مسائل کے باوجود حاضرین جلسہ کی تعداد میں اضافے کا رجحان برقرار رہا۔ ان میں سے دو جلسوں میں خلفائے عظام کو شمولیت کا موقع ملا۔ 1991 میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 100ویں جلسہ میں شرکت فرمائی۔ اس جلسہ میں 25,000 افراد کو شامل ہونے کی توفیق ملی۔ 2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان کے جلسہ سالانہ میں شرکت فرمائی۔ اس سال شمع خلافت کے 70,000 پروانوں کو جمع ہونے کا موقع ملا۔ راقم الحروف کو بھی اس مبارک جلسہ میں شرکت کی توفیق ملی۔ حضرت اقدسؑ کے مزار پر حاضر ہو کر ایک مرتبہ پھر دل نے حضورؑ کی صداقت کی گواہی دی اور زمین و آسمان کے خالق و مالک سے عرض کیا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اللہ تعالیٰ کے اِذن سے 7 دسمبر 1892 کے اشتہار میں فرمایا:

''اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۃ اللہ پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کیلئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل' صفحہ 341 لندن ایڈیشن اپریل 1986)

اس عظیم الشان پیشگوئی کہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کیلئے'' قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی'' کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو یہ ہے کہ مختلف قوموں کے وفود مرکز میں آکر ان جلسوں کی برکتوں سے حصہ لیں گے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے سعادت مند افراد اس جلسہ کے تتبع میں اپنے اپنے ملکوں میں جلسوں کا اہتمام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دونوں پہلوؤں پر عملدرآمد ہوا ہے۔ قادیان اور ربوہ میں بیرونی ممالک سے افراد جلسہ میں شمولیت کیلئے تشریف لاتے رہے ہیں۔ اسی پہلو کو نمایاں کرنے کیلئے جلسہ سالانہ کے موقع پر غیر ملکی زبانوں میں تقریروں کی ایک نشست منعقد ہوا کرتی تھی۔ دوسرے پہلو سے کون ناواقف ہے؟ اکثر جماعتیں اپنے ممالک میں جلسہ سالانہ کا اہتمام کرتی ہیں۔ آسٹریلیا، انڈونیشیا، ملیشیا، تھائی لینڈ، کمبوڈیا، سنگاپور، میانمار (برما) اسرائیل، فرانس' جرمنی' سپین' ہالینڈ' ناروے' یو ایس اے' کینیڈا' برازیل' گیانا' سُرینام' غانا' نائیجیریا' سیرالیون' آئیوری کوسٹ' لائبیریا' گیمبیا' کینیا' یوگنڈا' بینن' برکینا فاسو چند مثالیں ہیں۔

کوئی برِّاعظم اس برکت سے محروم نہیں۔ جزائر میں رہنے والے فرزندانِ توحید کو بھی جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ جزائر فجی، نیوزی لینڈ' ماریشیئس، سری لنکا کی جماعتیں بطور مثال پیش ہیں۔

اب تو اس پیشگوئی میں دو اور پہلو بھی شامل ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بعض خلفائے احمدیت کو دُور دراز ممالک میں جا کر ان اقوام کے جلسوں میں شرکت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آسٹریلیا، انڈونیشیا' سنگاپور' ماریشیئس' فرانس' جرمنی' ہالینڈ' یو ایس اے' کینیڈا' کینیا' غانا وغیرہ ان ممالک کی مثالیں ہیں جہاں خلفائے احمدیت نے بنفسِ نفیس سالانہ جلسوں میں شرکت فرمائی۔

1984 سے ہجرت کے بعد برطانیہ ہی خلیفۂ وقت کا ''وطنِ ثانی'' بن گیا۔ اس حوالے سے برطانیہ کے جلسے کو مرکزی جلسہ کا مقام حاصل ہو گیا اور مختلف ممالک سے وفود یہاں آنے لگے۔ 2003 میں جماعت یُو۔کےُ کے جلسہ میں 81 ممالک کے وفود نے شرکت کی۔ اُس سال 25,000 افراد کو جلسہ میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

M.T.A. کے آغاز و ارتقاء کے بعد ایک اور پہلو بھی اُبھر کر سامنے آیا۔ 1993 سے خلیفۂ وقت کے زیرِ سایہ جلسہ سالانہ کے پروگرام کی بین الاقوامی نشریات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ فنّی نفاست اور وسعت آتی گئی حتّٰی کہ جلسہ سالانہ کا سٹیج اور اُس کی رونقیں اور برکتیں گھر گھر پہنچ گئیں۔

خدا کے مامور نے 7 دسمبر 1892 کو جب یہ اشتہار قلمبند فرمایا تو اُس وقت' شاید آسمان کے بعض فرشتے بھی اس مستقبل اور منظر پر حیران ہوئے ہونگے !!

مروّجہ اور دینی علوم کی تدریس کا نظام

مامورِ زمانہ کو آسمان سے غیر معمولی بصیرت اور فراست عطا کی جاتی ہے جس کی روشنی میں وہ افرادِ جماعت اور وسیع تر معاشرہ کی راہ نمائی کرتا ہے۔ حضورؑ کی بعثت کے وقت مسلمان علماء ہندوستان میں انگریزی نظامِ تعلیم کے سخت مخالف تھے اور اس کی مذمّت میں کُفر کے فتوے جاری کر چکے تھے۔ سر سیّد احمد خان نے جب مسلمانوں کیلئے اعلیٰ تعلیم کے تعلیمی ادارے جاری کرنے کی کوشش کی تو اُن کی بھی تکفیر ہوئی۔ آج اُسی سر سیّد کو اسلامیانِ ہند کا محسن اور تحریک پاکستان کا نقطہء آغاز قرار دیا جاتا ہے۔ مسلمان علماء سائنس اور جدید فلسفہ سے بھی سخت خائف اور بدظن تھے اور نئے اعتراضات کا جواب دینے سے قاصر تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے متبعین کو یہ تعلیم دی کہ وہ جدید علوم کو اسلام کی خدمت اور تائید کیلئے سیکھیں۔ آج بھی جماعت اس یقین پر قائم ہے کہ سائنس اور فلسفہ کا کوئی اعتراض اسلام کی سچی تعلیمات کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ 1898 میں قادیان میں ایک پرائمری سکول جاری کیا گیا۔ پھر حضورؑ کی زندگی ہی میں یہ مدرسہ مڈل اور پھر ہائی سکول کے درجے تک پہنچ گیا۔ بلکہ 1903 میں قادیان میں ایک کالج بھی جاری کیا گیا۔ افسوس کہ 1905 میں نافذ کئے جانے والے نئے یونیورسٹی ایکٹ کی سخت شرائط کی وجہ سے مجبوراً کالج کو بند کرنا پڑا مگر 1944 میں جماعت کو قادیان میں دوبارہ کالج جاری کرنے کی توفیق ملی۔ 1947 میں ہجرت کے بعد اس کالج کو پہلے لاہور میں اور پھر ربوہ میں گرانقدر خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ اس عظیم درسگاہ نے ترقی کی منازل بڑی تیزی سے طے کیں۔ نیشنلائزیشن کے وقت تعلیم الاسلام کالج میں ایم۔ اے (عربی) اور ایم۔ ایس سی (فزکس) کی تدریس کی سہولت موجود تھی۔ پرائیویٹ کالجوں کی نیشنلائزیشن کی یہ سرکاری پالیسی' نظامِ تعلیم کی تباہی اور معیارِ تعلیم کے زوال کی دردناک کہانی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جماعت نے از سرِ نَو مروّجہ نصاب تعلیم کیلئے نئے معیاری ادارے جاری کر دیئے۔ اس وقت پاکستان میں جماعت کے زیرِ اہتمام کام کرنے والی درسگاہوں کی تعداد 17 تک پہنچ چکی ہے اور اُن کے تعلیمی معیار اور کارکردگی کو خوب سے خوب تر بنانے کیلئے جدّ و جہد کی جارہی ہے۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر یہاں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ربوہ' پاکستان کا واحد شہر ہے جو 100 فیصد خواندگی کی منزل کے قریب پہنچ چکا ہے!

جماعت کو اللہ تعالیٰ نے تعلیمِ نسواں کے اہم شعبے کی طرف توجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ 1919 میں لڑکیوں کی تعلیمی درسگاہ کا اہتمام کیا گیا۔ دس سال کے اندر اندر یہ ادارہ نصرت گرلز ہائی سکول بن گیا اور قوم کی ہزاروں بیٹیوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا۔ ربوہ میں طالبات کیلئے ہائی سکول کے علاوہ خواتین کیلئے کالج ''جامعہ نصرت فار ویمن'' بھی معرضِ وجود میں آ گیا اور شاندار خدمات سرانجام دینے کی توفیق پائی۔

تعلیم الاسلام کالج کے ایک ہونہار طالب علم' ڈاکٹر شریف خان نے ''النور'' اور ''النحل'' میں شائع ہونے والے مقالات میں سیکولر تعلیم کے حوالے سے جماعت احمدیہ کے تعلیمی اداروں کے ارتقاء پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ حضرت اقدسؑ کے تعلیمی دسترخوان کے بابرکت مائدے کی برکات و حسنات جو ایک صدی سے زائد عرصے پر پھیلی ہوئی ہیں وہ مضامین و مقالات کی بجائے ضخیم کتابوں کا تقاضا کرتی ہیں۔ میں بھی لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے کیلئے چند اشارات کر دیتا ہوں۔

بیرونی ممالک' اور خاص طور پر اُس وقت کے محکوم ''تاریک برّ اعظم'' افریقہ میں جماعت نے تحریکِ جدید کے زیرِ اہتمام سکولز جاری کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان عاجزانہ کوششوں میں غیر معمولی برکت ڈالی اور ان سکولوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ بعد میں نصرت جہاں سکیم کے تحت اس ترقی کی رفتار مزید تیز ہوگئی۔ ایک ایک چراغ سے فروغِ تعلیم کے کئی چراغ روشن ہوئے۔ میں خود ایک ایسی ہی مثال کا چشمدید گواہ ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے تاریخ بنتے دیکھی ہے۔ میرا فرض ہے کہ آنے والی نسلوں کے لئے اس

شہادت کو یہاں محفوظ کر دوں۔

1939 میں سیرالیون کے ایک دُور افتادہ مقام روکوپر (Rokopr) میں ایک چھوٹا سا پرائمری سکول کھولا گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سیرالیون کے بہت سے اہم شہروں اور دیہات میں جماعت کے پرائمری مدارس قائم ہو گئے۔ 1960 میں سیرالیون کے دوسرے بڑے شہر Bo Town میں' جماعت کو پہلا مسلم سیکنڈری سکول جاری کرنے کی توفیق ملی اور یہ خبر سیرالیون کے پریس کی جلی سرخی بنی۔ اس سکول نے نئے سیکنڈری سکولز کی راہ ہموار کی۔ عوام وخواص اور حُکام میں احمدیہ سکولز کو پذیرائی ملی۔ اس وقت سیرالیون میں 175 پرائمری اور 41 سیکنڈری سکول کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت کے ایسے تعلیمی ادارے گیمبیا، لائبیریا، نائیجیریا اور غانا میں بھی ہیں۔ اور جماعت کی نیک شہرت کا باعث ہیں۔ مجموعی طور پر نصرت جہاں سکیم کے تحت افریقہ کے 11 ممالک میں 510 ہائر سیکنڈری' جونیئر سیکنڈری اور پرائمری سکول موجود ہیں۔

(الفضل ربوہ 30 دسمبر 2008 صفحہ 83)

سیرالیون میں پہلے احمدیہ مسلم سیکنڈری سکول کے اجراء کے وقت ملک میں چند سرکاری سکول تھے یا عیسائی مشنوں کے مدارس تھے۔ اس وقت سیرالیون میں رہنے والے مقامی اور غیر ملکی تاجروں اور ملازمین کے علاوہ ہمسایہ افریقی ممالک سے بھی طلبہ آتے تھے۔ 1985 میں سکول کی سلور جوبلی کی تقریب کے وقت اولڈ بوائز کے ممالک کے پرچم بھی لہرائے گئے۔ اُس وقت لبنان' بنگلہ دیش' پاکستان' ماریطانیہ' گنی' لائبیریا' نائیجیریا اور گیمبیا کے پرچموں کو سکول کی بلڈنگ پر لہراتا ہوا دیکھ کر مجھے 1898 کا قادیان کا پرائمری سکول یاد آ گیا اور جذباتِ تشکر سے میری آنکھیں نم ہو گئیں۔

مروّجہ یعنی سیکولر نصاب تعلیم کی تدریس کے ساتھ ساتھ جماعت نے دینی علوم کی خصوصی تدریس کیلئے پہلے تعلیم الاسلام سکول ہی میں '' شاخِ دینیات'' قائم کی گئی (1906)۔ جلسہ سالانہ 1905 کے موقع پر حضورؑ نے علماء پیدا کرنے کیلئے ایک الگ دینی درسگاہ جاری کرنے کی پُر زور تلقین فرمائی۔ مدرسہ احمدیہ (1909) اسی تحریک کا ثمر تھا جو ترقی کے مختلف مراحل طے کرتا ہوا آخر کار جامعہ احمدیہ بن گیا۔ اس وقت ربوہ میں جامعہ احمدیہ کے دو سیکشن (جُونیئر اور سینئر) الگ الگ عمارات میں اپنے اپنے پرنسپل' سٹاف' اور دیگر سہولتوں کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے اپنی زندگی ہی میں وقفِ زندگی کی تحریک جاری فرمائی۔ یہ پاکیزہ اور چمکیلے نان سے فیضیاب ہونے والوں کا خاص قافلہ ہے جس کی صفوں میں وقت گزرنے کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔ پھر اس پہلو پر بھی غور فرمایئے کہ مختلف ممالک میں جماعتوں کی علمی' دینی اور تربیتی ضروریات کے پیشِ نظر قادیان اور ربوہ کے جامعہ احمدیہ کی طرز پر ادارے کھل چکے ہیں۔ برطانیہ' کینیڈا' غانا' سیرالیون اور بعض اور ممالک میں ایسی درسگاہیں کام کر رہی ہیں۔ بعض اور ممالک میں بھی ایسے اداروں کے قیام کی تجاویز زیرِ غور ہیں یا اُن پر کچھ پیش رفت ہو چکی ہے۔ انشاء اللہ ان اداروں سے تازہ دم نوجوان میدانِ عمل میں لہر در لہر اُترتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان اداروں کے اساتذہ اور اُن کے شاگردانِ عزیز کو غیر معمولی استعدادوں سے نوازے اور علوم دینی کا شہسوار بنائے، آمین۔ یہ حضورؑ کے تعلیمی دسترخوان کی وسعت اور شوکت کی ایک جھلک ہے۔

میدانِ صحافت میں پیش قدمی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے، عہدِ حاضر کی ضروریات اور بدلے ہوئے حالات کے پیشِ نظر '' جہاد'' کی تشریح کرتے ہوئے '' قلم کے جہاد'' کی اہمیت واضح فرمائی اور خود قلمی جہاد کی مثال قائم کر دی

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سَیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

ان عظیم الشان خدمات کی وجہ سے حضورؑ پر '' سلطان القلم'' کا خطاب صادق آتا ہے۔ قلم کے جہاد کی ایک اہم شاخ جرنلزم یعنی صحافت بھی ہے۔ اس وقت '' پرنٹ'' اور '' الیکٹرانک'' جرنلزم کی دو بڑی شاخیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل

وکرم سے جماعت ان دونوں میدانوں میں آگے بڑھ رہی ہے۔ لیکن اس مضمون میں عاجز روایتی صحافت یعنی پرنٹ جرنلزم کا ذکر کرنا چاہتا ہے۔ اس میدان میں بھی ہمیں اللہ تعالیٰ کی تائید سے پھیلاؤ اور ترقی کا منظر نظر آتا ہے۔

قادیان میں حضرت اقدسؑ کی زندگی میں ''الحکم'' (1898)' البدر (1902) جو بعد میں بدر کہلایا' ریویو آف ریلیجنز (1902) تشحیذ الاذہان (1906) جاری ہوئے۔ 1913 میں الفضل حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے عہدِ خلافت میں جاری ہوا۔ اس سے قبل 1909 میں سکھوں میں تبلیغ کیلئے اخبار' نور' جاری ہوا۔ قادیان سے بعض اور اخبارات و جرائد وقتاً فوقتاً جاری ہوتے رہے۔ بدر (قادیان)' ریویو آف ریلیجنز' اور تشحیذ الاذہان تو اب بھی چھپتے ہیں اور پہلے کی نسبت زیادہ تعداد میں روزنامہ الفضل نہ صرف یہ کہ ربوہ سے شائع ہوتا ہے بلکہ لندن سے اس کا ایک ہفتہ وار انٹرنیشنل ایڈیشن بھی چھپ کر ساری دنیا میں جاتا ہے۔ مزید برآں خالد' مصباح اور انصار اللہ ذیلی تنظیموں کے رسائل ہیں۔ جو آب وتاب سے شائع ہو رہے ہیں۔ روحانی چمکیلے نان کی پاکیزگی اور روشنی سلسلہ کے تمام اخبارات و جرائد کا طرّہٴ امتیاز ہے۔

دنیا کے اکثر ممالک میں جہاں جماعتیں قائم ہیں ان کے اپنے اپنے اخبارات ورسائل مرکزی اخبارات وجرائد کے انوار کو اپنی زبانوں میں آگے پھیلا رہے ہیں۔ بلکہ بڑی جماعتوں کی ذیلی تنظیموں کے بھی رسائل شائع ہوتے ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد سینکڑوں میں ہوگی۔ اور اب تک ان میں چھپنے والے الفاظ کا شمار تو لاکھوں میں ہوگا۔ النور' احمدیہ گزٹ اور مسلم سن رائز جماعت امریکہ کے مرکزی ترجمان ہیں۔ النحل' الہلال' مجاہد اور عائشہ ذیلی تنظیموں کے رسائل ہیں۔ ان رسالوں کے علاوہ ان تنظیموں کی طرف سے ''نیوز لیٹرز'' بھی شائع ہوتے ہیں۔ امریکہ میں بعض جماعتیں اپنے اپنے نیوز لیٹرز بھی شائع کرتی ہیں۔ صحافتی میدان میں اس پیش رفت کے کئی فوائد ہیں:

حق وصداقت کے پیغام کی اشاعت' مخالفین و ناقدین کی غلط تنقید کا محاسبہ' جماعتی تاریخ کی تدوین' نوجوان نسل کی صحافتی میدان میں تربیت' آپ دیکھیں گے کہ کنپٹیوں کے بال سفید ہونے سے قبل ہی یہ نوجوان کُہنہ مشق صحافی بن کر جماعت کی ٹھوس خدمت پر کمر بستہ ہو جائیں گے۔

الیکٹرانک جرنلزم سے وابستہ خدام، لجنات اور انصار والنٹیر زگرانقدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان تفاصیل کیلئے الگ مضمون کی ضرورت ہے۔

خدا کے بھیجے ہوئے مسیح موعودؑ کے بابرکت زمانہ میں، غریبانہ حالات اور درویشانہ ماحول میں، جس شعبے میں بھی کسی خدمت کا آغاز ہوا' اللہ تعالیٰ نے اس میں غیر معمولی برکت ڈالی اور کام میں نئی وسعتیں پیدا ہوتی چلی گئیں۔ الٰہی قافلے کے مجاہدوں نے شاہراہِ ترقی پر اپنے قدموں کے جوانمٹ نقوش چھوڑے ہیں وہ آج بھی ہمیں قدم بڑھانے کی آواز دے رہے ہیں۔ وہ نانِ جویں جس کا حضرت اقدسؑ کی رویا میں ذکر ہے آئندہ بھی ہمارے دست و بازو کو قوت فراہم کرتا رہے گا جس سے قلم میں ذُوالفقار حیدری کی چمک اور کاٹ پیدا ہوتی رہے گی! انشاء اللہ۔

حرفِ آخر

ان تمام کاموں' منصوبوں اور پروگراموں کو موٴثر رنگ میں چلانے کیلئے مستعد اور مخلص افراد کے علاوہ مالی وسائل کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کی جماعت کو افرادی طاقت بھی عطا فرمائی ہے اور مالی وسائل بھی۔ وقفِ زندگی کی تحریک تو ایک چشمہٴ رواں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلص جماعت کے نفوس اور اموال میں برکت شامل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہ بھی ایک زندہ حقیقت ہے۔ جماعت احمدیہ کا مرکزی بجٹ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے؟ اس کے علاوہ خاص تحریکات' (تحریک جدید، وقفِ جدید وغیرہ) کے محاصل اور چندہ دہندگان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ یہی کیفیت ہمیں دنیا بھر کی جماعتوں کے بجٹ میں نظر آتی ہے۔ امریکہ میں مقیم احمدی' یہاں جماعتی بجٹ کے اعداد و شمار ملاحظہ فرمالیں بلکہ اپنی اپنی جماعت اور ذیلی تنظیموں کے بجٹ دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہر سمت میں قدم آگے ہی بڑھتا ہوا نظر آتا ہے ع

اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا

مضمون کے آخر میں خاکسار حضرت اقدسؑ کی ایک اور رویا کا ذکر کرنا چاہتا ہے۔ حضورؑ نے 9 اکتوبر 1883 کی رات کو خواب میں دیکھا کہ فرشتے قادیان کی مسجد مبارک کے دروازہ کی پیشانی پر سبز رنگ کی روشنائی (Ink) سے خطِ ریحانی میں آیات لکھ رہے ہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''تب اس عاجز نے اُن آیات کو پڑھنا شروع کیا جس میں سے ایک آیت یاد آرہی ہے اور وہ یہ ہے:

لَارَآدَّ لِفَضْلِهٖ

اور حقیقت میں خدا کے فضل کو کون روک سکتا ہے جس عمارت کو وہ بنانا چاہے اس کو کون مسمار کرے اور جس کو وہ عزت دینا چاہے اسکو کون ذلیل کرے''۔

(تذکرہ صفحہ 88 ایڈیشن پنجم دسمبر 2004)

علم التعبیر الرویا کے مطابق ''مسجد'' جماعت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان خوابوں میں امام الزماںؑ کو ایک مبارک جماعت کے قیام کی خبر دی اور اس کے ساتھ ہی یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ وہ خود آسمان سے مسیحؑ کے درویشوں کا متکفل ہوگا اور آسمانی برکتیں اور رحمتیں اس جماعت کے شاملِ حال رہیں گی، انشاء اللہ۔

قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ کذّاب اور مفتری علی اللہ تباہ و برباد کیا جاتا ہے۔ اس کی شہہ رگ کاٹ کر اس کی بیخ کنی کی جاتی ہے۔ وہ فلاح و اقبال کا مُنہ نہیں دیکھ پاتا۔ مگر افسوس ہے کہ جماعت کے مخالفین جسے مفتری اور کذّاب کہتے ہیں اس میں خاص مقبولانِ الٰہی کی سب علامتیں موجود ہیں۔ 120 سال پر مشتمل یہ سچی کہانی ایک کھلی ہوئی کتاب کی صورت میں سامنے ہے۔ ہر سعید رجلِ رشید کو اس پر غور کرنا چاہیئے ع

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

☆.....☆.....☆

نالہء فلسطین

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

ہائے! مظلوم لہو پھر سے ہوا ہے ارزاں
دستِ قاتل تو نہیں آہ و فغاں سے لرزاں

ایک انبار ہے لاشوں کا، کہاں ہو مدفن
سرپہ منڈلائے عدُو بھی ہے لگائے قدغن

بستیوں شہروں کو ویران بنایا کس نے
بیگناہوں کو سرِ دار چڑھایا کس نے

ہے قیامت سے بھی پہلے یہ قیامت منظر
ظلم پر ظلم ہوا اپنے وطن میں بے گھر

پھر سے تاریخِ ہلاکو کو ہے دہرایا گیا
پھر حجابِ رخِ ظالم کو ہے سرکایا گیا

ہو شکایت بھی کہاں کونسی شُنوائی ہے
چپ رہیں ظلم پہ، یہ کیسی شناسائی ہے

پھر سرِ طور کوئی جلوہ نمائی ہوگی
پھر فسوں ظلم کا ٹوٹے گا خدائی ہوگی

پھر فراعین کی غرقابی کا فرماں ہوگا
پھر بلکتے ہوئے انسانوں کا درماں ہوگا

نارِ نمرود بھڑکتی ہے جلانے کے لئے
رحمتِ خاص لپکتی ہے بچانے کے لئے

جو تماشائی ہیں آج ان کا تماشا ہوگا
چار سُو بکھرا پڑا ظلم کا لاشہ ہوگا

بسم اللہ الرحمان الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہٖ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھوالناصر

براہِ کرم آپ ہم سے رابطہ فرمائیں!

اگر آپ نے کبھی کوئی مقالہ یا کتاب لکھی ہے یا آپ کی کوئی تصنیف شائع ہوئی ہے تو درخواست ہے کہ اولین فرصت میں ہم سے رابطہ فرمائیں۔

''ریسرچ سیل'' ایسی تمام کتب/ اخبارات ورسائل اور مقالہ جات کا ڈیٹا Data اکٹھا کر رہا ہے جو 1889ء سے لے کر اب تک کسی بھی احمدی کی طرف سے شائع شدہ ہوں۔

درج ذیل کوائف کے مطابق ہمیں فیکس یا ای میل کریں۔ اگر آپ کے پاس سلسلہ کی پرانی کتب موجود ہیں تو بھی درخواست ہے کہ ہمیں مطلع فرمائیں۔

آپ کے تعاون کا شدت سے انتظار رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً

ضروری کوائف:

کتاب کا نام: مصنف/ مرتب/ مترجم کا نام: ایڈیشن: مقام اشاعت:

تاریخ اشاعت: ناشر/ طابع: تعداد صفحات: زبان: موضوع:

برائے رابطہ فون نمبرز:

آفس: 0092476214953

Res:0476214313, Mob:03344290902

فیکس نمبر: 0092476211943

tahqeeqj@yahoo.com, *tahqeeq@gmail.com, ayaz313@hotmail.com*

انچارج ریسرچ سیل ربوہ